امام مہدیؑ کی تلاش میں!

تالیف:

ڈاکٹر مفتی ثناء اللہ

تقاریظ:

صدر وفاق المدارس،
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت،
رئیس جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا مفتی ابوبکر سعید الرحمن صاحب دامت برکاتہم

مفتی دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

حضرت مولانا مفتی عبدالغنی صاحب دامت برکاتہم

استاذ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

کیا حضرات اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک امام مہدی علیہ الرضوان کو بیعت سے پہلے اپنے بارے میں امام مہدی ہونے کا غیر قطعی علم ہوگا یا نہیں؟

کیا لوگوں کو بیعت سے پہلے امام مہدی کی شخصیت بیعت سے پہلے معلوم ہوگی؟

کیا امام مہدی کا اچانک بیت اللہ میں ظہور ہوگا یا پھر بیعت سے پہلے باقاعدہ کسی تحریک کا حصہ ہوں گے؟

کیا دنیا میں دیگر اولوالعزم معتبر شخصیات مثلا انبیائے کرام علیہم الصلوات کے بارے میں خود انہیں یا دوسرے لوگوں کو بالکل علم نہیں تھا؟

کیا امام مہدی کو خود یا ان کے بارے میں دوسرے لوگوں کو ان کے مہدی ہونے کا علم ہوجانا قرآن وحدیث، اجماع وقیاس کے مخالف ہے یا نہیں؟

کیا امام مہدی کیلئے بیعت سے پہلے مہدویت کی طرف دعوت دینا درست ہے؟

کیا کسی شخصیت کے بارے میں علامات کی وجہ سے محض ظن کے درجے میں امام مہدی ہونے کا گمان کرنا شرعا درست ہے؟

کیا امام مہدی کا اپنے لیے مہدی ہونے کی خواہش رکھنا شرعا جائز ہے؟

کن امتیازی علامات کی وجہ سے ہم امام مہدی کی تصدیق کر سکتے ہیں؟

علاوہ ازیں دیگر علمی جواہر پارے اس رسالے کی زینت ہیں۔

ناشر: دارالافتاء الرحمانیہ، مردان

امام مہدیؒ کی تلاش میں!

حقائق و معارف کی روشنی میں ایک تجزیہ

کیا حضرات اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک امام مہدی علیہ الرضوان کو بیعت سے پہلے اپنے بارے میں امام مہدی ہونے کا غیر قطعی علم ہوگا یا نہیں؟ کیا لوگوں کو بیعت سے پہلے امام مہدی کی شخصیت بیعت سے پہلے معلوم ہو گی؟ کیا امام مہدی کا اچانک بیت اللہ میں ظہور ہوگا یا پھر بیعت سے پہلے باقاعدہ کسی تحریک کا حصہ ہوں گے؟ کیا دنیا میں دیگر اولو العزم معتبر شخصیات مثلاً انبیائے کرام علیہم الصلوات کے بارے میں خود انہیں یا دوسرے لوگوں کو بالکل علم نہیں تھا؟ کیا امام مہدی کو خود یا ان کے بارے میں دوسرے لوگوں کو ان کے مہدی ہونے کا علم ہو جانا قرآن وحدیث، اجماع و قیاس کے مخالف ہے یا نہیں؟ کیا امام مہدی کے لیے بیعت سے پہلے مہدویت کی طرف دعوت دینا درست ہے؟ کیا کسی شخصیت کے بارے میں علامات کی وجہ سے محض ظن کے درجے میں امام مہدی ہونے کا گمان کرنا شرعاً درست ہے؟ کیا امام مہدی کا اپنے لیے مہدی ہونے کی خواہش رکھنا شرعاً جائز ہے؟ کن امتیازی علامات کی وجہ سے ہم امام مہدی کی تصدیق کر سکتے ہیں؟ یہ اور ان کے علاوہ دیگر علمی جواہر پارے اس رسالے کے مضامین ہیں۔

ناشر: دارالافتاء دارالعلوم الرحمانیہ، مردان

فہرست مضامین

تعارفِ موضوع:

خاتم الرسل ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہر طرح سے بند ہو چکا ہے، اب صرف شریعتِ محمدیہ ﷺ کی اتباع لازم ہے اور اس کے مقابلے میں کسی الہام یا خواب کی اتباع نہیں کی جائے گی۔ ایسے ہی انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے علاوہ کوئی شخصیت معصوم نہیں ہو سکتا اور قیامت تک انبیائے کرام کی وراثت علماء امت سرانجام دیں گے۔

اسی وجہ سے وقتاً فوقتاً کئی مجتہدین علمائے کرام پیدا ہوئے جنہوں نے وقتی تقاضوں کے تناظر میں دین کی از سر نو تبلیغ کا کام انجام دیا۔ اسی طرح جب بھی امت میں سیاسی زوال اور کفری تسلط بڑھا، تو اللہ تعالیٰ نے مجددینِ امت کو پیدا فرما کر ان کے ذریعے ہر زمانے میں دین کی سربلندی کا فریضہ پورا کیا۔

قیامت سے پہلے پوری دنیا پر اسلام کا جھنڈا لہرانے اور مکمل نبوی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی نظام رائج کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے جس مجدد کی پیشن گوئی فرمائی ہے، اس کو ہم امام مہدی علیہ الرضوان کے نام سے جانتے ہیں۔

خلفائے راشدینؓ کے بعد ہر دور میں مجددین پیدا ہوتے رہے، لیکن ان کی دینی محنت کا محور یا تو حدیث اور اصولِ حدیث ہوتا، یا پھر فقہ اور اصولِ فقہ۔ یہ حضرات دین کی ان محنتوں کو اپنے اپنے علوم و فنون میں اداء کرتے رہے، جیسے ائمہ اربعہ وغیرہ دیگر حضرات۔ ایسے ہی سیاسی اور عسکری میدان میں تجدیدِ دین کی محنت کے لیے ہر دور میں محنتیں ہوتی رہی، جن میں عمر بن عبدالعزیز، ہارون الرشید، قتیبہ بن مسلم، محمد بن قاسم، نور الدین زنگی، صلاح الدین ایوبی، ارطغرل، سلطان محمد الفاتح، بیبرس

مصری، جلال الدین خوارزمی، شیخ احمد سرہندی، اورنگزیب عالمگیر، قاسم نانوتوی، شیخ الہند محمود حسن، عبداللہ عزام، اسامہ بن لادنؒ، ملا محمد عمرؒ اور دیگر کئی حضرات سرفہرست ہیں۔

امام مہدی علیہ الرضوان کی شخصیت سیاسی اور عسکری میدان میں گذشتہ مجددین کی تمام خصوصیات کے مجموعے کی صورت میں ایک ہی فرد میں بیک وقت موجود نظر آئیں گے، اسی طرح امام مہدی دنیا بھر میں شرعی امور میں رائج بے اعتدالیوں کو بھی خاطر خواہ حد تک پاک کریں گے۔

ضرورت واہمیتِ موضوع:

۱۔ چونکہ امام مہدی پر نہ وحی آئے گی اور نہ ہی معصوم ہو سکتے ہیں، مگر موجودہ دور میں افراط و تفریط کی کثرت کی وجہ سے ان کے بارے میں رائج غلط تصورات کا ازالہ لازمی ہے۔

۲۔ خلفائے راشدین کے بعد امتِ مسلمہ میں سب سے بڑا مرتبہ امام مہدی کا ہوگا، تو جب خلفائے راشدین کا خلافت کے لیے باقاعدہ انتخاب اہل حل وعقد پر مشتمل شوریٰ تھا۔ اسی طرح امام مہدی کا انتخاب بھی اسی دور میں علمائے امت کریں گے۔

۳۔ چونکہ امام مہدی نہ تو نبی ہے اور نہ ہی معصوم شخصیت۔ اس وجہ سے امام مہدی کا انتخاب نہ تو علمائے کرام یا صوفیائے عظام کے کشف وکشوف سے ہوگی اور نہ ہی خواب یا الہام وغیرہ سے ان کو منتخب کیا جائے گا۔ بلکہ امام مہدی کا انتخاب باقاعدہ امت کے فکر میں مغموم دنیا بھر سے امام مہدی کی تلاش میں نکلنے والے علمائے کرام کریں گے، جو پہلے سے امام مہدی کا تعارف اور اس دور کے حالات کا احادیث مبارکہ

میں تطبیق کے بعد امام مہدی تک پہنچیں گے۔ مگر آج کل امام مہدی کی بات سنتے ہی ہر عام و خاص، محقق و مدقق ہو یا ولی کامل شیخ اور یا مدرس عالمِ دین وغیرہ سب کے سب اس بات پر متفق نظر آرہے ہیں کہ امام مہدی کو علمائے کرام باقاعدہ کشف وکشوف سے پہچانیں گے اور اس سے پہلے ان کو کوئی نہ پہچانے گا اور نہ ہی خود امام مہدی کو اپنے بارے میں علم ہوگا، بلکہ ایک رات میں ان کے بارے میں لوگوں کو بھی پتہ چل جائے گا اور خود امام مہدی بھی اس رات اپنے مہدی ہونے سے واقف ہوں گے۔

۴۔اس نظریہ کی وجہ سے پوری امت کے عوام اور علمائے کرام سب کے سب ہاتھوں پہ ہاتھ دھرے اس انتظار میں بیٹھے نظر آرہے ہیں کہ چونکہ امام مہدی باقاعدہ پہلے سے معلوم شخصیت نہیں ہوں گے اور نہ ہی خود ان کو پتہ ہوگا کہ میں مہدی ہوں، لہذا اس تناظر میں امام مہدی کے بارے میں محنت کرنا شرعاً درست نہیں، بلکہ امت میں فتنہ انگیزی وغیرہ پھیلانے کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔

لیکن اگر یہ بات پوچھی جائے کہ کیا امام مہدی کو خود مہدی ہونے کے بارے میں پتہ نہ ہونا یا لوگوں کو ان کی شخصیت کے بارے میں علم نہ ہونا کسی قرآنی نص سے مؤید ہیں یا سنتِ رسول و اجماعِ امت یا قیاس سے ثابت ہے؟

تو یقیناً جس طرح اثبات کے بارے میں کوئی واضح نص موجود نہیں، ایسے ہی نفی کے بارے میں کوئی بھی واضح دلیل نہیں۔

اس مختصر مقالے میں قرآن و سنت اور اجماع و قیاس کے نظائر کی روشنی میں اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ امام مہدی کو خود بھی اپنے بارے میں علم

ہو گا اور دوسرے لوگوں کو بھی اس بارے میں علم ہو گا۔ تاہم واضح رہے کہ امام مہدی کو یہ علم ہونا قطعی نہیں ہو گا اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو اس بارے میں علم ہونا قطعی ہو گا۔ کیونکہ تلاشِ مہدی سے متعلق حدیث میں علمائے کرام کا ان کی تلاش میں جانا اور ان کو بیعت پر مجبور کرانا اس بات کی دلیل ہے کہ امام مہدی کو خود بھی اگرچہ مہدی ہونے کا علم ہو گا اور دوسرے بعض لوگوں کو بھی اس بارے میں علم ہو گا لیکن یہ علم قطعی نہیں ہو گا بلکہ غیر یقینی ظنی اور محتمل خطا ہو گا۔

اس موضوع کا اہم نکتہ:

مسلمانوں کی حالتِ زار میں جہاں یہ عنصر زیادہ پایا جاتا ہے کہ ہم کسی مافوق الفطرت چیز کے بارے میں کامیابی کے حصول کے لیے منتظر رہتے ہیں اور خود ہی نجات کا راستہ ڈھونڈنے سے کتراتے ہیں، مثلاً مسلمانوں کی دوبارہ عزت اور پوری دنیا کی بادشاہت امام مہدی کے آنے سے ہو گی اس وجہ سے ہماری دلی خواہش یہ رہتی ہے کہ امام مہدی کے آنے تک ہم انتظار کرتے رہے جب وہ آئیں گے اور پوری دنیا کو فتح کریں گے، تو ہم اس کے ساتھ ہو کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور دجال کے خروج اور قتل میں شریک ہوں گے، اس سے پہلے کسی بھی خطرے سے اپنی جان کو بچانا چاہیے اور روزمرہ کے دینی احکامات کو پورا کرنا بس ہماری ذمہ داری ہے۔

اس سوچ کی غلطی واضح ہے کہ ہم خود اپنی حالت نہیں سنورنا چاہتے اور نہ جان کی بازی لگانے کی کوشش کرکے اس ذلت ورسوائی سے نجات پانے کی جدوجہد کرتے ہیں اور نہ ہی ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہے۔ فقط انتظار کرنا ہی ہمارا مقدر رہے، یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے تمام محققین اس سوچ کو غلط سمجھتے ہیں۔

لیکن دوسری طرف بعض لوگ نیک اعمال کے ساتھ ساتھ جان کی بازی بھی لگاتے ہیں، لیکن ان کے ہاں امام مہدی کے تصور میں ایک بڑی خامی یہ ہے کہ ان کے نزدیک جو لوگ امام مہدی کے انتظار میں فقط عمل اور کام کے بغیر اللہ تعالیٰ کی جانب سے فتوحات کا سوچتے ہیں یہ نظریہ ان کے نزدیک غلط ہے کہ اگر امام مہدی کو اللہ تعالیٰ خود سے نکال باہر کردے، تو ہم اس کے ساتھ ہو کر اپنا یہ عمل اور دین کی یہ محنت کرتے رہیں گے، ان کے ظہور سے پہلے ظہورِ مہدی کے بارے میں اپنی اصلاح کرنا، اس زمانے کے تصورات اور موجودہ دور میں اس کی تطبیق دینا، امام مہدی کی فوج میں شرکت کے لیے انتظار۔۔۔ مگر "انتظار کے دوران انتظار کے افعال" ادا کرنا ان کے نزدیک بھی ان کے اہم کام میں اور کفر کے ساتھ لڑائی میں مانع ہو سکتا ہے اور ان کا یہ گمان ہے کہ شاید یہ بھی کفر کا کوئی ڈرامہ ہے۔

لہذا اس سوچ والے افراد امام مہدی کے ظہور سے پہلے حالات کی تیاری میں کردار، امام مہدی کے لشکر کے فضائل اور ظہور سے پہلے اس کے لیے عمل اور امام مہدی کے انتخاب اور ان کی بیعت کے لیے احادیث مبارکہ کی روشنی میں تربیت وغیرہ کئی لازمی امور سے اجتماعی غفلت یا سوچے سمجھے منصوبے کے تحت جان کراتے ہیں یا پھر بغیر سوچے عام لوگوں کی ہاں میں ہاں ملا کر اس موضوع کو گویا فتنوں کا پلندہ اور اس کی دعوت نہ دینے میں فتنوں سے نجات کا بہانہ بنایا جاتا ہے اور اس طرح ایک اہم متواتر عقیدے کے مندرجات اور لازمی امور سے گلو خلاصی موجودہ دور میں ہر زیرک، دانا، محقق اور دردِ دل رکھنے والے علماء و محققین کا وتیرہ بن چکا ہے جب بھی ان کے ساتھ اس موضوع پر ان جیسے لوگوں سے بات ہوئی یا ان کے تحریرات

دیکھے، تو اس ناکارہ کے ذہن میں یہی بات آئی۔ اس وجہ سے موجودہ دور حضراتِ اہل السنۃ سے وابستہ تمام مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے افراد کے نزدیک یہ بات ایک مسلمہ قاعدہ کلیہ کی حیثیت اختیار کر چکی ہے کہ امام مہدی کے بارے میں نہ تو ان کے ظہور سے پہلے خود انہیں پتہ چلے گا اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو اس بارے میں علم ہوگا، بلکہ علمائے کرام کو امام مہدی رکنِ یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان ملیں گے یا پھر انہیں کشف و کشوف سے پتہ چلے گا۔ اور امام مہدی کے ہاتھ پر علمائے کرام بیعت کرنے کے لیے کئی بار آپ کو درخواست کر کے بالآخر آپ کو مجبور کریں گے اور بیعت منعقد ہو کر آخر میں پوری دنیا پر اسلام کا جھنڈا گاڑا جائے گا۔

اس مقالے میں اہم نکتہ یہ ہے کہ امام مہدی کے بارے میں اس سوچ کو قرآن و سنت اور قیاس و نظائر کی روشنی میں رد کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ امام مہدی پہلے سے ایک معروف شخصیت ہوگی اور خود انہیں بھی اس بارے میں علم ہوگا، لہذا اس موضوع کو پڑھنا، پڑھانا اور اسے موضوعِ سخن بنانا موجودہ دور کے اہم تقاضوں میں شمار ہوتا ہے۔

امام مہدی کے بارے میں بیعت سے پہلے علم نہ ہونے کی غلطی کہاں سے آئی:

ا۔ تلاوتِ قرآن سے پہلے تعوذ پڑھنے سے شیطان دفع ہوتا ہے اور تسمیہ پڑھنے سے برکت آتی ہے اور شیطان کو دفع کرنے کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ شیطان قرآن کی تلاوت اور معانی و مطالب میں مختلف وسوسے اور غلط معانی ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، اس وجہ سے اعوذ باللہ پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ اسی طرح احادیث مبارکہ کے پڑھنے کے دوران بعض مرتبہ شیطان ایسے غلط استدلال ذہنوں میں ڈالتا ہے اور

وہ استدلال کسی کتاب میں اگر درج ہو جائے، تو اس کے بعد آگے نقل در نقل غلطیوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے، لیکن چونکہ پہلا استدلال اور اس کا منشاء غلط ہوتا ہے اس وجہ سے بعد میں آنے والے نکات بھی اسی غلطی کے استنباطات ہوتے ہیں، لیکن لوگ اسے دین کا حصہ شمار کرتے ہیں۔

امام مہدی کے بارے میں امام مہدی کو خود یا دوسرے لوگوں کو ان کے بارے میں پہلے سے علم نہیں ہوگا؟ شاید یہ غلطی بھی اسی طرح امت میں دراندازہو گئی ہے۔

۲۔ جہاں تک اس غلطی کی بنیادی وجہ ہے وہ یہ ہے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک چونکہ امام مہدی متعین ہے کیونکہ ان کے خیال میں امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں اور وہ ایک غار میں اصحابِ کہف کی طرح چھپے ہیں اور ان کے ہاں ایک دوسرے نظریے کے مطابق دنیا بھر میں حضرت خضر علیہ السلام کی طرح امام مہدی ہر وقت ہوتے ہیں۔ لہذا ان کے نظریے کے مطابق خود امام مہدی کو بھی اپنا مہدی ہونا معلوم ہے اور ان کے پیروکاروں کو بھی معلوم ہے۔

اس بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ کے مطابقامام مہدی پہلے سے پیدا نہیں ہوئے، بلکہ آخری زمانے میں پیدا ہوں گے تو وہ متعین بھی نہیں۔

لیکن آگے جا کر بعض حضرات نے شاید شیعوں کے مخالفت یا دن بدن رونما ہونے والے فتنوں کے سدباب کے طور پر یہ کہہ دیا کہ امام مہدی چونکہ ہمارے عقیدے کے مطابق پہلے سے پیدا ہو کر غار میں نہیں ہے اس وجہ سے ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ امام مہدی کے ظہور سے پہلے لوگوں کو ان کی شخصیت کا پتہ نہیں ہوگا، بلکہ امام مہدی کو خود بھی اس بارے میں علم نہیں ہوگا۔

۳۔ عوام وخواص کے نزدیک چونکہ امام مہدی کے بارے میں ہر زمانے میں جھوٹے مدعیانِ مہدویت اٹھتے رہتے ہیں اور ان کے پیچھے لوگ چلتے ہیں اس وجہ سے خود مدعی بھی اور ان کے پیروکار بھی کئی خلافِ شریعت امور کا ارتکاب کرتے ہیں۔

اس وجہ سے ان کا نظریہ یہ بنا کہ امام مہدی کو نہ تو خود اپنے بارے میں علم ہوگا اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو اس بارے میں پتہ ہوگا کہ فلاں امام مہدی ہے؟

موضوع سے متعلق اہم امور کا تعارف:

مذکورہ بالا غلطی کو طشت از بام کرنے کے لیے اس رسالہ میں اہم موضوع یہ ہوگا کہ امام مہدی کے بارے میں لوگوں کو اور خود انہیں اپنے مہدی ہونے کے بارے میں علم ہوگا یا نہیں۔

اس بات کی مزید توضیح کے لیے ذیل کے اہم عناوین پر بھی اپنے گذارشات پیش کریں گے:

۱۔ ظہور مہدی سے پہلے کیا امام مہدی علیہ الرضوان کو اپنے بارے میں مہدی ہونے کا علم ہوگا یا نہیں؟

۲۔ایسی شخصیت جس کو اپنے بارے میں اور لوگوں کو بھی ان کے بارے میں مہدی ہونے کا گمان ہو، تو کیا اسے مہدی ہونے کا طمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۳۔اور کیا شریعت کی روشنی میں اس بات کی گنجائش ہے کہ امام مہدی کے علامات پر متصف شخصیت ہی مہدی ہونے کی طرف لوگوں کو دعوت دے اور ظہور مہدی کے علامات اور اس سے متعلق مباحث کو بیان کرتا رہے؟

۴۔مزید مہدویات کے موضوع سے شغف نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ وہ کون سی ایسی علامت ہے، جس کی وجہ سے امام مہدی کی شخصیت دوسرے جھوٹے مدعیانِ مہدویت سے ممتاز ہو اور ان کا پہچاننا آسان ہو۔

قرآن وحدیث کے دلائل کی روشنی میں گذشتہ امور کو مفصل طور پر بیان کرنا اس رسالے کا غرض وغایہ ہے۔

واضح رہے کہ اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی روایت میں کوئی صریح نص اثبات یا نفی کے بارے میں نہیں ہے۔

اس وجہ سے بعض حضرات احادیث مبارکہ کے سیاق وسباق سے یہ استدلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ امام مہدی علیہ الرضوان کو اپنے بارے میں پہلے سے علم نہیں ہوگا اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو امام مہدی علیہ الرضوان کی شخصیت کے بارے میں یہ علم ہوگا کہ یہی شخصیت آگے جا کر امام مہدی ہوں گے۔

جب کہ دیگر کئی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مہدی علیہ الرضوان کو اپنے بارے میں اس بات کا علم ہوگا کہ میں امام مہدی ہو سکتا ہوں، یعنی یقینی علم تو نہیں ہوگا ہاں البتہ بعض علامات اور کئی نشانیوں سے یہ اندازہ لگائیں گے کہ میں امام مہدی ہو سکتا ہوں۔ لیکن انہیں بھی یہ بات یقینی طور پر معلوم نہیں ہوگی۔ جب کہ لوگوں کو بھی بعض علامات کی وجہ سے ان کے امام مہدی ہونے کے بارے میں ظنی طور پر اندازہ ہوگا۔ تاہم دوسری رائے رکھنے والے حضرات کے نزدیک بھی امام مہدی کو اپنے بارے میں مہدی ہونے کا گمان ان کو مہدی نہیں بنا سکتا اور نہ ہی عام لوگوں کو یہ حق

حاصل ہے کہ وہ محض چند علامات کی وجہ سے اس شخصیت کی مہدویت کا پرچار کرنا شروع کردے۔

اللہ تعالٰی سے دست بدعا ہوں کہ مجھ ناچیز کو امام مہدی علیہ الرضوان کے لشکر میں اولین بیعت کنندہ بنائیں اور قارئین کو بھی اس عظیم لشکر میں حصہ عطا فرمائیں۔

بنیادی بات

بیعت سے پہلے امام مہدی کے بارے میں لوگوں کو یا خود ان کو اپنے مہدی ہونے کے بارے میں علم ہوگا یا نہیں؟

اس موضوع سے شغف نہ رکھنے والے حضرات کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اگر بالفرض یہ بات ثابت بھی ہو جائے کہ امام مہدی کو اپنے مہدی ہونے کے بارے پتہ ہو گا یا لوگوں کو ان کے مہدی ہونے کے بارے میں پتہ ہو گا؟ تو اس سے امت کو کیا فائدہ ملے گا؟ کیونکہ ان کے خیال میں یہ بات تو فقط ایک نزاعِ لفظی سی ہے اور بظاہر صرف نظریات کا اختلاف ہے حقیقت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بات نزاعِ لفظی اور نظریات کا اختلاف نہیں بلکہ پہلے سے علم ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے نتائج پر کافی اثرات مرتب ہوتے ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ جب ہمارا یہ نظریہ بنا ہوا ہے کہ امام مہدی کو اپنے بارے میں علم نہیں ہو گا اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو ان کی شخصیتِ مہدی ہونے کے بارے میں علم ہو گا، تو اس وجہ سے ان کی تلاش کا سلسلہ مکمل طور پر تکوینیات کے فائل میں داخل ہو چکا ہے۔

۲۔ یہی وجہ ہے کہ نہ تو امام مہدی سے متعلق روایات میں امام مہدی کی علاماتِ شخصیہ کا مطالعہ کر کے ان کے مندرجات سے معلومات اکھٹی کی جاتی ہیں اور نہ ہی ظہورِ مہدی سے متعلق علاماتِ زمانیہ، کونیہ و مکانیہ اور علامات سیاسیہ و شرعیہ کے بارے میں بحث ہوتی ہے۔ بلکہ تمام حضرات جو اس موضوع سے بحث کرتے ہیں وہ اعمالِ صالحہ کی ترغیب دیتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ کتاب الفتن سے متعلق احادیث پڑھنے کا

درس دیتے ہیں۔اور نہ ہی احادیثِ مبارکہ کے تناظر میں ظہورِ مہدی سے پہلے جزیرۃ العرب، عراق، شام اور یمن کے حالات اور موجودہ دور میں ان کا تطبیقی مطالعہ کیا جاتا ہے اور نہ ہی امام مہدی سے متعلق لشکر کے علامات بیان کرکے ان علامات پر مبنی لشکروں میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔

کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ امام مہدی کے ظہور کا معاملہ شرعی نہیں، بلکہ ظہورِ مہدی کا مسئلہ ایک تکوینی امر ہے اور تکوینیات سے متعلق مباحث پر کلام کرنا تو علمی تحقیق ہو سکتا ہے لیکن عملی اور تطبیقی حکم نہیں رکھ سکتا، لہذا یہ معاملہ سرد خانے کا ہو گیا۔

۵۔اس وجہ سے نہ تو امام مہدی کے لشکر کی فضیلت بیان ہوتی ہے اور نہ ہی امام مہدی اور ان کے لشکر اور دیگر اولو العزم شخصیات اور ان کے لشکروں میں مشابہت معلوم کرنے کی جسارت کرتے ہیں کیونکہ امام مہدی کا مسئلہ ہی تکوینی ہے، تشریعی نہیں اور ہمیں حکم تشریعیات کا ہے نہ کہ تکوینیات کا۔

۶۔اس غلطی کی وجہ سے ہر سیاسی، عسکری، معاشرتی، تعلیمی جماعت چاہے مذہبی ہو یا غیر مذہبی۔۔اپنی ذاتی، یا جماعتی پالیسیوں میں اس موضوع کے حوالے سے نہ بحث کرتی ہے اور نہ ہی نبی کریم ﷺ کے بشارات اور نبوءات و پیشن گوئیوں کو خاطر میں لاتی ہیں۔کیونکہ یہ باتیں تو تکوینیات ہے نہ کہ تشریعیات۔

۷۔ احادیث مبارکہ میں جس طرح عقائد، احکام اور احسان کے تذکرے موجود ہیں ایسے ہی فتن اور علامات الفتن کے بھی تذکرے پائے جاتے ہیں، لیکن پتہ نہیں کہ

منصوبہ بندی[1] یا لا شعوری طور پر ہم ابواب الفتن میں امام مہدی کے باب کو باقاعدہ تطبیقی انداز میں ذکر نہیں کرتے۔ جب کہ احکامات کے باب میں عصر حاضر کے اکثر مسائل کا حل بیان کرتے ہیں، مگر امام مہدی اور علامات الفتن میں ایسا کیوں نہیں کرتے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ امام مہدی کے بارے میں نہ تو امام مہدی کو خود پتہ ہوگا نہ ہمیں۔ لہذا یہ ایک تکوینی مسئلہ ہے تشریعی نہیں۔ اس لیے اس سے بحث نہیں کی جاتی اور امام مہدی کو تلاش کرنا تو دور کی بات۔۔

۸۔ امام مہدی کو خود بھی اپنے مہدی ہونے کے بارے میں پتہ نہیں ہوگا اور نہ لوگوں کو ان کے مہدی ہونے کے بارے میں علم ہوگا، اس وجہ سے امام مہدی کے ظہور سے پہلے علمائے کرام کے ہاتھوں امام مہدی کی نصرت کے لیے باقاعدہ جان نثاری کی

---

[1] صحابی جلیل سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو قسم کے علوم حاصل کیے ہیں ایک قسم کا علم تو میں نے آپ لوگوں کو پہنچادیا اور اگر دوسرا قسم علم میں نے پھیلانا شروع کیا تو میری گردن کاٹ دی جائے گی، جب خیر القرون میں کتاب الفتن سے متعلق علوم پھیلانے میں جان جانے کا خدشہ تھا تو موجودہ دور میں کس طرح بات کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔ جب کہ مغربی استعمار اور یونی ورسٹی نظام تعلیم کے رائج ہونے کی وجہ سے دینی تعلیم دفاعی انداز میں نشر واشاعت کا رخ اختیار کیے ہوئے ہیں، جب کہ اکثر حکومتی پالیسیاں مغربی ماہرین یا ان کے تربیت یافتہ بنایا کرتے ہیں، اس وجہ سے حکومت چلانے کے لیے مستقبل کی پالیسیوں میں کتاب الفتن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئیوں کو اختیار نہ کرنا باقاعدہ کفری منصوبہ بندی کے تحت ہوتا ہے، جب کہ کفر خود اپنی پالیسیوں میں اپنی کتب کے ساتھ ہمارے کتاب الفتن سے بھی استفادہ کرتی ہے۔

بیعت کرنا اور ان کو تلاش کرنے کے لیے مکہ مکرمہ جانا بھی اس غلطی کی وجہ سے کوئی اہم مسئلہ نہیں۔

۹۔امام مہدی کے لشکر کی دعوت،ان کی نصرت،امام مہدی کے لشکر میں شمولیت کے لیے ہجرت اور پھر امام مہدی کی سرکردگی میں پوری دنیا پر قیامِ خلافت کے لیے جہاد کی جانب بھی ہماری توجہ مبذول نہیں ہو پارہی اور اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ امام مہدی کے بارے کسی کو علم نہیں ہوگا۔

۱۰۔امام مہدی کے ظہور اور تطبیقی انداز میں اس موضوع پر لکھنے والوں کے لیے بھی تکوینی اور تشریعی ہونے کا مسئلہ یا معرفت وعدم معرفت کا مسئلہ کسی معمے سے کم نہیں، کیونکہ ان کے نزدیک بیعت سے پہلے ان کے بارے میں کسی کو علم نہیں ہوگا، تو اس موضوع میں تحقیق کرنے والوں کے نزدیک بھی صرف احادیث مبارکہ کو نقل کرنا اور اقوال بیان کرنا اس موضوع کا اہم عنصر رہ گیا ہے اور وجہ یہی ہے کہ تطبیق کرنے کی صورت میں بات یہاں جا کر اٹکتی ہے کہ امام مہدی کو اور لوگوں کو پہلے سے پتہ نہیں ہوگا،لہذا تطبیق کی بھی ضرورت نہیں۔

ان دس امور کے علاوہ اور بھی کئی وجوہات ہیں جن کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا نہ صرف امت پر من حیث الامت لازمی ہے بلکہ دوسرے اہم واجبات سے شاید بڑھ کر یہ کام ہے اور وہ ہے شرعی طور پر امیر کا انتخاب۔

مگر خدائی نظام اور فطری قوانین نہ تو کسی معاشرے کے اغلاط کے ماتحت ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی ملک کے جغرافیائی اور سیاسی ادوار کے نشیب وفراز کے تابع ہوتے ہیں۔

جب بھی اللہ تعالیٰ چاہیں گے، تو امام مہدی کی بیعت سے پہلے علمائے کرام کو اس

بارے میں متوجہ فرمائیں گے اور وہ امام مہدی سے متعلق موضوع کی دعوت دیں گے اور لوگ نصرتِ مہدی کے لیے علمائے کرام کے ہاتھوں بیعت کر کے امام مہدی کی تلاش میں نکلیں گے، اور امام مہدی کے ہاتھ پر بیعت کر کے عالمی خلافت کے قیام کو یقینی بنائیں گے۔

مگر ہم اور ہمارے مکتبِ فکر کا اس موضوع سے غایت درجہ ربط اور ہمارے اکابر کا امام مہدی کے ظہور سے پہلے مکہ اور مدینہ ہجرت سے ہم نے کیا سبق سیکھا!!!

کیا دار العلوم دیوبند کے پہلے مہتمم شاہ رفیع الدین کی فکر۔۔۔کیا امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت اس وجہ سے نہیں تھا۔ مگر ہم اس موضوع سے کیوں دور بھاگ رہے ہیں!!! ہم امت کو کیا تاثر دے رہے ہیں۔

جب کہ عالمی منظر نامے پر وقوع پذیر حالات اور تیزی سے بدلتے خدوخال، موسمی تبدیلیاں اور ہر گھر، ہر معاشرے، ہر فرقے، ہر دینی مدرسہ و مسجد سے لے کر جہاد کا میدان ہوں یا سیاست کا ڈگر۔۔ ہر طرف اختلافات ہی اختلافات ہیں، جو اس حدیث میں غور کا درس دے رہے ہیں۔ ابشرکم بالمهدی یبعث علی اختلاف من الناس وزلازل واضح رہے عراق پر پابندی کے بعد وہاں پر مسلط جنگ، شام کی بگڑتی صورت حال اور فلسطین میں یہودیوں کا اجتماع کیا ظہورِ مہدی کے موضوع میں غور و فکر کی طرف ہمیں نہیں دعوت دے رہا؟

باب اول: ظہورِ مہدی سے پہلے لوگوں میں امام مہدی کا پہچان

کیا امام مہدی کو بیعت سے پہلے اپنے بارے میں پتہ ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں دونوں جانب اہل علم کے دلائل موجود ہیں، اس وجہ سے کسی ایک فریق کو اپنے اجتہادی آراء کی وجہ سے دوسرے فریقپر اپنی رائے کو لازم قرار دینا درست معلوم نہیں ہوتا۔ تاہم ہر جانب کو دوسرے کے دلائل دیکھنا، سننا اور شرعی حدود میں بحث کرنا نہ صرف ضروری، بلکہ اس موضوع میں قدم رکھنے کے لیے ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

واضح رہے کہ حضرات اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک امام مہدی علیہ الرضوان نہ تو معصوم ہے اور نہ ہی خلفاء راشدینؓ سے افضل۔ بلکہ ان کی حیثیت محض ایک مجدد اور مجتہد کی ہوگی، جس طرح فقہائے اربعہ، محدثین عظام اور دور نبوی سے اب تک آنے والے ہر دینی میدان میں کارنامے کرنے والے حضرات کی طرح ایک مجدد ہوں گے۔

لیکن ان کے تجدیدِ دین کے کارنامے دیگر امت کی طرح جزوی نہیں ہوں گے، بلکہ امام مہدی علیہ الرضوان ان تمام کارناموں کا مجموعہ ہوں گے۔

بیعت سے پہلے امام مہدی کو اپنے بارے میں علم اور دوسرے لوگوں کو ان کے بارے میں علم ہوگا یا نہیں؟ اس کے لیے سیرت نبوی کی روشنی میں یہ بات معلوم کرنا ضروری ہے کہ کیا آپ ﷺ کو اپنے نبی ہونے کا علم تھا یا نہیں؟ اور اسی طرح دوسرے لوگوں کو اس بارے میں علم تھا یا نہیں؟ آئندہ صفحات میں اس سے متعلق امور پر تفصیلی گفتگو ہوگی۔

امام مہدی کے بارے میں بیعت سے پہلے علم قطعی ہوگا یا ظنی:

بطورِ تمہید یہ بات جاننی ضروری ہے کہ امام مہدی کے بارے میں خود ان کو مہدی ہونے کا علم یا دوسرے لوگوں کو ان کے بارے میں مہدی ہونے کا علم یہ یقینی اور قطعی ہوگا یا پھر ظنی اور محتمل خطا ہوگا؟

مندرجہ ذیل دلائل کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ امام مہدی کو خود اور دوسرے لوگوں کو مہدی ہونے کے بارے میں جو علم ہوگا وہ قطعی نہیں ہوگا، یعنی اس میں یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ یہ شخص مہدی بھی ہوسکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مہدی نہ ہو بلکہ کوئی دوسری شخصیت امام مہدی ہو۔

ا۔اس کی دلیل بیعتِ مہدی سے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی وہ روایت ہے، جس میں امام مہدی سے بیعت لینے کے لیے علمائے کرام ان کے پاس بیعت کی درخواست کریں گے، مگر وہ کہیں گے کہ میں تو ان کے انصار میں سے ہوں اور یہ کہہ کر مدینہ منورہ جائیں گے اس طرح ہر بار انکار کی وجہ یہ ہوگی کہ نہ تو علمائے کرام کو قطعی علم ہوگا اور نہ ہی امام مہدی کو خود اپنے بارے میں قطعی یقین ہوگا۔ ۲۔ کسی چیز کے بارے میں قطعی علم ہونا اور یقین کے درجے تک پہنچ جانا قرآن اور سنت کے ذریعے سے ہی ہوسکتی ہے، چونکہ وحی کا سلسلہ خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہمیشہ کے لیے بند ہوچکا ہے، لہذا کسی شخصیت کے بارے میں قطعی علم ہونا ناممکن ہے، جبکہ الہام، خواب یا کشف سے کسی کی خلافت متعین نہیں ہوسکتی، بلکہ اس کے لیے باقاعدہ شرعی طور پر اہلِ حِل وعقد کا متفق ہونا ضروری ہے۔

۲۔اسی طرح اگر یہ کہا جائے کہ امام مہدی کو خود اپنے بارے میں یا دوسرے لوگوں

کو قطعی طور پر کسی شخصیت کے بارے میں مہدی ہونے کا علم ہو گا اور وہ شخصیت
فوت ہو گیا، تو کیا امام مہدی اب دوبارہ نہیں آئے گا کیونکہ وہ شخصیت جب نہ رہا تو
اب امام مہدی بھی نہیں آئیں گے، اور وہ تو یقینی تھے، لہذا ظہورِ مہدی اور پوری دنیا
پر خلافت کا قیام سے متعلق احادیث درست ثابت نہ ہوئیں اور چونکہ احادیث کا
درست نہ ہونا غلط ہے لہذا یہ دعویٰ کرنا کہ فلاں شخصیت قطعی طور پر ہی امام مہدی
ہے، یہ بھی درست نہیں۔

ہاں البتہ یہ کہنا کہ فلاں شخصیت میں علاماتِ شخصیہ مکمل طور پر پائی جاتی ہیں اور اس
زمانے میں علاماتِ زمانیہ، علاماتِ کونیہ ومکانیہ اور علاماتِ سیاسیہ وشرعیہ بھی مکمل ہیں
لہذا میرے گمان یا غالب گمان کے مطابق یہ شخص مہدی ہو سکتا ہے یہ بات درست
ہے۔ لیکن یہ بات ضروری ہے کہ صرف زبان سے یہ کہنا نہ ہو، بلکہ عمل سے بھی یہی
ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ فلاں شخص مہدی ہو سکتا ہے، لیکن ضروری نہیں
کہ وہی مہدی ہو، شاید بیعت کے وقت دوسرا شخص آجائے۔

۳۔ علمی انداز میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ علامات کی روشنی میں کسی شخصیت کے بارے
میں تقدیری طور پر مہدی ہونے کے بارے میں یقین تو کیا جا سکتا ہے، لیکن علامات کی
وجہ سے کسی شخصیت کے بارے میں مہدی ہونے سے متعلق تحقیقی اور قطعی طور پر
مہدی نہیں کہہ سکتے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ کسی سکول یا مدرسہ میں تمام اساتذہ اور
طالب علموں کو علم ہے کہ فلاں درسگاہ یا کلاس میں عرفان نامی طالب علم جو سفیان کا
بیٹا ہے وہ اس سال اول پوزیشن حاصل کرے گا، کیونکہ گذشتہ دس سال سے وہی
پوزیشن لیتا رہتا ہے اور وہی سب سے محنتی طالب علم ہے اور درس گاہ وکلاس میں

پرچے بھی صرف اسی نے مکمل طور پر پورے اور صحیح لکھے ہیں، اس وجہ سے سکول یا مدرسہ کے سب طالب علموں، گھر کے افراد اور اساتذہ کو اس طالب علم کے پوزیشن لینے کے بارے میں یقین ہے، لیکن جب تک نتیجہ نہیں سنایا گیا اس وقت تک یہ یقین فائدہ مند نہیں۔

کیونکہ یہ احتمال بھی ہے کہ عرفان کا اول پوزیشن نہ ہو کسی دوسرے طالب علم کا ہو، لیکن کسی شخص کے بارے میں سب لوگوں کا گمان غلط ہونا بہت کم ہی ہوتا ہے، لیکن قطعی طور پر اول پوزیشن کا اعلان.... تب ہوگا، جب پتہ چلے گا کہ عرفان نے پوزیشن کی ہے۔

یہی صورت حال امام مہدی کا بھی ہوگا یعنی اگرچہ خود اسے یا دوسرے لوگوں کو مہدی ہونے کے بارے میں علم ہوگا لیکن جب تک باقاعدہ بیعت نہ ہو چکا اس وقت تک کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں شخص قطعی طور پر مہدی ہے۔

واضح رہے کہ آنے والی تحقیقات کا تعلق اگرچہ امام مہدی کے بارے میں لوگوں کا علم یا خود مہدی کو اپنے بارے میں علم ہونے سے متعلق ہے لیکن اس سے مراد تحقیقی علم نہیں، بلکہ تقدیری علم ہے۔

فصل اول: ظہورِ مہدی سے پہلے امام مہدی کی شخصیت میں چند صفات کا علم

حضراتِ اہل السنۃ کا اس پر اجماع ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے علاوہ نہ تو کوئی شخصیت معصوم ہے اور نہ ہی ان کے مرتبہ تک کوئی پہنچ سکتا ہے اور اس امت میں وقتاً فوقتاً مجدد دین آتے رہتے ہیں اور آخری مجدد امام مہدیؓ ہوں گے۔ اور انبیائے کرام کے بارے میں بعثت سے پہلے انہیں اور گرد و پیش کے بعض افراد کو ان کی نمایاں شخصیت اور بعض اوقات نبوت کے بارے میں علم ہوتا ہے، تو جب مرتبے میں بڑے شخصیات کے بارے میں علم ہونا ممکن ہے، تو جن کا مرتبہ مجدد کا ہوگا، تو اس کے بارے میں پہلے سے علم ہو جانا کوئی بعید نہیں، ذیل میں چند دلائل سے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کریں گے:

ظہورِ مہدی سے پہلے مہدی ہونے کا علم اور لوگوں کو اس بارے میں پتہ چلنا:

نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے پہلے واقعہ فیل کا ہونا، ولادت کے وقت کسریٰ کے گھر میں جلائے ہوئے کا آگ بجھنا، [دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبہانی، ج ا ص ۱۳۸] یہودیوں کا شام سے مدینہ کی طرف اسی غرض کے لیے ہجرت کرنا، بعثت سے پہلے نبی کریم ﷺ کے وسیلے سے دعائیں مانگنا اور مشرکینِ عرب کو یہ کہنا کہ عنقریب اس زمین میں ایک پیغمبر تشریف لائیں گے، جن کے ساتھ مل کر ہم تمہیں ختم کریں گے، چنانچہ یہودیوں کو آپ ﷺ کے علاماتِ شخصیہ کا اسی طرح علم تھا، جیسے کہ باپ کو اپنے بیٹے کے بارے میں علم ہوتا ہے اور یہ علم انہیں نبی کریم ﷺ کے نبی ہونے سے پہلے تھا، جیسا کہ فرمایا: یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم۔ ان دلائل اور ان کے علاوہ آنے والے کئی روایات کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دیگر اولوالعزم شخصیات کی

طرح امام مہدی کے بارے میں بھی قریبی رشتہ داروں، دوستوں اور دوسرے تلاش کرنے والوں کو علم ہوگا:

پہلی دلیل: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے اپنی والدہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حاملہ ہونے کے بعد میں نے آسمان سے بلند ہونے والا ایک نور دیکھا تھا جس سے شام کے محلات روشن ہوئے۔ (مسند احمد، مسند الانصار، ۲۲۲۶۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی والدہ محترمہ کو پیدائش سے پہلے ایک ایسے بچے کی ولادت کا اشارہ ربانی مل رہا تھا، جو دوسرے بچوں سے انوکھا اور دیگر ماؤں سے ان کا معاملہ جداگانہ ہوگا، لہٰذا اس کی تربیت کے لیے والدہ محترمہ کو بھی الہامی نشانات مل رہے تھے، جن کا تذکرہ آپ ﷺ کے ساتھ اپنی والدہ بچپن میں کیا کرتی تھی۔ چونکہ بچپن میں آپ علیہ السلام کے ذہن میں اس طرح کے خوابوں کے تذکرے یقیناً نبی کریم علیہ السلام کی تربیت کی روحانی تربیت کا سامان فراہم کرنے کے لیے ہی تھے۔

دوسری دلیل: جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو موسیٰ علیہ السلام کے پیدائش کے وقت ہی فرمایا: (وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ اس کو دودھ پلاؤ جب تم کو اس کے بارے میں کچھ خوف پیدا ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا اور نہ تو خوف کرنا اور نہ رنج کرنا ہم اس کو تمہارے پاس واپس پہنچا دیں گے اور (پھر) اسے پیغمبر بنا دیں گے)۔

اس آیت مبارکہ میں موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو الہام کے ذریعے موسیٰ علیہ السلام کی بحفاظت واپسی اور عہدہ رسالت پر فائز ہونے کا ذکر کیا گیا۔

جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملنے سے پہلے ان کی نبوت کے بارے میں ان کی والدہ کو بتایا گیا تھا۔ شاید ایسے ہی امام مہدی کی بیعت سے پہلے بھی ان کے مہدی ہونے کے بارے میں ان کے قریبی ساتھیوں اور خاندان کے بعض افراد کو پتا ہو گا۔

تیسری دلیل: ایسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اپنے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی خوشخبری دی گئی، تو اس کے ساتھ پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بھی خوشخبری دی گئی اور ان کے رسالت کا بھی پہلے سے آپ علیہ السلام کو خبر دیا گیا۔

اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑی شخصیت کے ظہور سے پہلے ان کے بارے میں قریبی رشتہ داروں اور صاحب بصیرت لوگوں کو ان کی اہمیت اور ان کے عہدے کی نزاکت کے بارے میں بسا اوقات علامات اور کبھی کبھار صراحتاً خبردار کیا جاتا ہے۔ چونکہ امام مہدی علیہ الرضوان بھی انسانیت کی تاریخ میں پوری دنیا پر حکومت کرنے والے اور اسلام کا جھنڈے شرق و غرب میں لہرانے والے عدل وانصاف کا بول بالا کرنے والے ہوں گے، اس لیے ان کے بارے میں ان کے قریبی رشتہ داروں اور اس زمانے کے صاحب بصیرت لوگوں کو ان کی شخصیت کے بارے میں علم ہو گا۔

چوتھی دلیل: ایسے ہی حضرت زکریا علیہ السلام کو جب یحیٰ علیہ السلام کی بشارت دے دی گئی، تو اس کے ساتھ ساتھ ان کی نبوت و ولایت اور ان کی شانِ امتیازی کے بارے میں بھی پہلے سے خبر دیا گیا۔ چنانچہ فرمایا: (أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا

بِكَلِمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِنَ الصّٰلِحِينَ فرشتوں نے آواز دی کہ (زکریا) خدا تمہیں یحیٰی کی بشارت دیتا ہے جو خدا کے فیض (یعنی عیسیٰ) کی تصدیق کریں گے اور سردار ہوں گے اور عورتوں سے رغبت نہ رکھے والے اور (خدا کے پیغمبر (یعنی) نیکوکاروں میں ہوں گے)

جس طرح اس آیت مبارکہ میں حضرت زکریا علیہ السلام کو بیٹے حضرت یحی علیہ السلام کی بشارت دے دی گئی ایسے ہی ان کی نبوت اور نبوت کے ساتھ ساتھ اس کی سیادت وملکوتی صفات کی بھی خوشخبری دے دی گئی اور حضرت عیسی علیہ السلام کا تائید کرنے والا بھی بتادیا۔

ایسے ہی امام مہدی کے بارے میں نبی کریم علیہ السلام نے امت کے آخری دور میں آنے کی خوشخبری دی اور ان کے عدل وانصاف کے نظام اور سخاوت پر مبنی معاملہ کو بھی سراہا، تو جس طرح حضرت یحی علیہ السلام کے بارے میں ان کے باپ کو بیٹے کے نبی ہونے کا علم پہلے سے تھا ایسے ہی امام مہدی کے بارے میں بھی مہدی ہونے کا علم بعض افراد کو پہلے سے ہو گا۔

پانچویں دلیل: یہی خبر حضرت مریم علیہا السلام کو بھی ملی اور گود میں حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی رسالت کا خبر دیا۔ ایسے ہی معاملہ شاید امام مہدی کے بارے میں بھی ان کے اہل وعیال، قریبی دوستوں اور متعلقین کو بھی ہونا کوئی خلافِ دلیل بات نہیں ہو گی۔

چھٹی دلیل: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو قتل کیا اور بعد میں ان کے گرفتاری کی وارنٹ جاری ہوئی تو فرعونی پارلیمنٹ ہی کے ایک آدمی نے حضرت موسیٰ علیہ

السلام کی تائید کی اور حضرت موسی علیہ السلام کو فرعونی سازش کے بارے میں اطلاع دی:

(وَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ يَسْعَى قَالَ يَامُوسَى إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ اور ایک شخص شہر کی پرلی طرف سے دوڑتا ہوا آیا اور بولا کہ موسیٰ (شہر کے) رئیس تمہارے بارے میں صلاحیں کرتے ہیں کہ تم کو مار ڈالیں سو تم یہاں سے نکل جاؤ میں تمہارا خیر خواہ ہوں)

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے علاوہ بنی اسرائیل بلکہ بعض فرعونی اراکین کو بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا علم تھا۔ایسے ہی امام مہدی کے مہدی ہونے کے بارے میں خاندان اور ساتھیوں کے علاوہ اس زمانے میں امام مہدی کے مخالفین اور ان کو گرفتار کرنے والے بادشاہ کو بھی ان کے مہدی ہونے کا علم ہوگا، لیکن پھر بھی ظلماً گرفتار کرے گا، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ امام مہدی کے تمام اہل و عیال کو گرفتار کیا جائے گا۔

ساتویں دلیل: صحیح بخاری کے ایک طویل حدیث میں ہے کہ ہرقل روم کو نبی کریم ﷺ کا خط مبارک ملنے سے پہلے اس کو اپنے علم نجوم کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ پیدا ہوا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قریبی رشتہ داروں کے علاوہ دنیا بھر کے مؤمن اور کافر سب کو ایک بڑی شخصیت کے بارے میں پہلے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے فرعون کو اپنے کاہنوں نے مصر کی بادشاہت کے خاتمے کی پیشن گوئی کی تھی اور اس بچے کی پیدائش کا بھی بتایا تھا، جس کے بعد ہزاروں

بچوں کو قتل کیا گیا، یہی پیشن گوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نمرود کو بھی اپنے کاہنوں نے کی تھی اور حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں بھی کی گئی تھی۔

اسی طرح حضرت سلمان فارسیؓ کے قصہ اسلام میں ان کو آخری راہب نے عرب میں پیدا ہونے والے پیغمبر کی علامات بتائیں اور ان کے شہرِ ہجرت کی علامات کے علاوہ پیغمبر علیہ السلام کا زمانہ بھی بیان کیا تھا۔

ان دلائل اور واقعات کے علاوہ بیسیوں ایسے دلائل موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اولوالعزم شخصیات اور رسولوں، نبیوں، اولیاء کرام اور اللہ کے خاص بندوں کو بلکہ بعض اوقات عام لوگوں کو بھی پہلے سے اللہ تعالی کی طرف سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ آنے والے زمانے میں فلاں شخصیت نبی یا ولی ہو سکتا ہے۔

اور اسی طرح انہیں خود بھی نبوت کی تربیت کے لیے کئی مراحل سے گزارتے ہوئے انہیں تیار کیا جاتا ہے اور ان کو اپنی نبوت اور ولایت کے بارے میں پہلے سے ظنی طور پر کچھ نہ کچھ اندازہ ہو ہی جاتا ہے۔

فصل دوم: ظہورِ مہدی سے پہلے امام مہدی کو اپنے بارے میں علم

ظہورِ مہدی سے پہلے خود امام مہدی کو اپنے بارے میں علم ہو گا یا نہیں؟ اس بارے میں بظاہر کسی صریح روایت سے معلوم نہیں ہوتا کہ امام مہدی کو اپنے بارے میں علم ہو گا یا نہیں؟ تاہم دیگر اولو العزم شخصیات کے بارے میں بیان کی گئی آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ امام مہدی کو اپنے بارے میں مہدی ہونے کا علم ہو گا۔

جب کہ کسی صریح روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ کسی بھی شخصیت کو اپنے ظہور سے پہلے اپنے بارے میں اس عہدے کا قطعاً علم نہیں ہوتا۔

مگر اس سے یہ بالکل نہیں سمجھنا چاہیے کہ ظہورِ مہدی سے پہلے امام مہدی کو یقینی طور پر اپنے مہدی ہونے کے بارے میں علم ہو گا۔ نہیں ہر گز نہیں۔ ہماری یہ مراد بالکل نہیں۔ بلکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ امام مہدی کے بارے میں جس طرح دیگر لوگوں کو ان کے مہدی ہونے کے بارے غالب گمان ہو گا ایسے ہی انہیں بھی اپنے ظہور سے پہلے اپنے مہدی ہونے کے بارے میں گمان ہو گا، لیکن قطعی یقین کے بارے میں ہم نہیں کہہ سکتے۔

ذیل میں اس دعویٰ کے ثبوت کے لیے دلائل ذکر کیے جائیں گے کہ ظہورِ مہدی سے پہلے خود امام مہدی کو اپنے بارے میں مہدی ہونے کا علم ہو گا۔

پہلی دلیل: ولادت کے چوتھے سال جب آپ علیہ السلام مکہ مکرمہ سے دور دیہات میں اماں حلیمہ کے پاس زیر تربیت تھے، تو وہاں فرشتوں نے آپ علیہ السلام کے سینہ

کو چھیر کر قلبِ اطہر کو نکالا اور ایک تھال میں رکھ دیا اور دھویا اور وہاں موجود ارد گرد فرشتوں سے کہا کہ یہ شیطان کے اثرات سے محفوظ ہو گیا۔ سارے رضاعی بھائی نے یہ قصہ رضاعی اماں کو بتا دیا اور اس دوران آپ کا رنگ خوف سے زرد پڑ گیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود آپ علیہ السلام کے سینہ مبارک پر سینے کے وہ نشانات دیکھے تھے۔

اس واقعے سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ بعثت کے بعد فرشتوں کو دیکھنے کے لیے بعثت سے پہلے بچپن میں تربیت کے لیے فرشتوں کی تشریف آوری۔

۲۔ جبرئیل امین سے ملاقات کا ابھی سے عادی بنانا۔

۳۔ شیطانی اثرات سے پاک ہونے اور بچوں کے سامنے آپ علیہ السلام کی ما فوق الفطرت تربیت کرنا۔

۴۔ سینہ مبارک کا چھیر کر سی لینا اور خون سے لت پت ہو جانا، سونے کے چمکدار برتن میں دل کا رکھنا، دل کی سرجری کر کے گوشت کے چند ٹکڑوں کا نکالنا، دل کا دوبارہ سینا وغیرہ تمام مشاہدات آپ کے ذہن میں بچپن سے راسخ کرنے مقصود تھے، جو کبھی بھی بعثت سے پہلے کسی کے سامنے بولنے کے نہیں تھے مگر ان حالات کو یاد کر کے طویل غور و فکر کے اسباب باہم فراہم کر دیئے گئے۔

دوسری دلیل: ان حالات کو فراموش کیے بغیر آپ علیہ السلام کو بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کی طرف سفر کرنے کا موقع ملا، جہاں ایک بحیرہ نامی راہب سے ملاقات ہوئی، تو اس نے ابو طالب سے کہا کہ تمہارے خاندان کا یہ بچہ تمام

انبیاء کا سردار ہوگا اور اس راہب نے یہ بھی کہا کہ آپ کو آتے ہوئے میں نے دیکھ لیا کہ پتھر اور درخت سب کے سب اس بچے کے سامنے سجدہ ریز تھے، لہذا اس بچے کو واپس مکہ لے جاو، ورنہ مجھے یہ ڈر ہے کہ رومی عیسائی اور یہودی اس کو دیکھ کر قتل کر دیں گے [سیرت ابن ہشام، ج ۱ ص ۱۸۱]

سیرتِ مطہرہ کی اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ بعثت سے پہلے وقتاً فوقتاً اللہ تعالی آپ کی رسالت کے لیے آپ کی ذہن سازی اور لوگوں کی تربیت فرمارہے تھے، جس سے دوسرے لوگوں کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کو بھی اپنے بارے میں کچھ نہ کچھ اندازہ ہو گیا تھا۔

تیسری دلیل: چنانچہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ابھی تک وہ درخت اور پتھر معلوم ہیں جو نبوت ملنے سے پہلے مجھے سلام کرتے تھے۔

نبوت ملنے سے پہلے پتھر اور درختوں کا سلام پیش کرنا، بادلوں کا آپ ﷺ پر سایہ فگن ہونا اور اس کے علاوہ دیگر کئی امور کا واقع ہونا کیا اس پر واضح دلالت نہیں کرتا کہ آپ علیہ السلام کو اگرچہ اپنے نبی یا رسول ہونے کا یقینی قطعی علم نہیں تھا، چونکہ آپ علیہ السلام دینِ ابراہیمی پر عمل پیرا تھے اور نبوت سے پہلے بھی تمام صغائر کبائر سے منزہ اور پاک تھے، مگر امی ہونے کی وجہ سے رسالت اور نبوت کے متعلقات سے عدم واقفیت کی وجہ سے اگر یہ کہا جائے کہ آپ علیہ السلام کو عام انسانوں سے ہٹ کر نبی یا رسول ہونے کا یقین نہ تھا مگر ان تمام امور کو محسوس کرتے کرتے فطری طور پر آپ کی ذہن سازی ایک بڑی شخصیت کے طور پر ابھرنے کے لیے مکمل طور پر ہو چکی

تھی۔اسی طرح امام مہدی کو بھی اپنے اندر علامات اور دیگر خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے یہ اندازہ ضرور لگا ہوگا۔ان دلائل سے معلوم ہوا کہ دیگر اولوالعزم شخصیات کی طرح امام مہدی کو بھی اپنے بارے میں مہدی ہونے کا علم ہوگا۔

ایک حقیقت: امام مہدی کے بارے میں دوسرے لوگوں سے پہلے خود انہیں اپنے بارے میں مہدی ہونے کا غالب گمان ہوگا کیونکہ آپ ہی جب مجتہد کے مرتبے پر فائز ہوں گے تو دیگر احادیث کی طرح امام مہدی سے متعلق احادیث اور امام مہدی کی صفات پڑھ کر ان صفات کو اپنے اندر محسوس کریں گے۔پھر سیاہ جھنڈوں سے تعلق اور خراسان کا سفر کرکے وہاں سے جزیرۃ العرب آنا وغیرہ امور کی وجہ سے یہ احساس گمان کا درجہ پائے گا۔

لیکن جب جزیرۃ العرب میں ظالم بادشاہ آپ کے گھر والوں کو اور دیگر تمام اہل خانہ کو پکڑ کر قید و بند کی سزائیں دیں گے اور آپ کے ساتھی بھی اس دوران قتل ہوں گے تو یہ گمان آگے بڑھ کر مزید قوی ہو جائے گا۔

جیل سے نکلنا اور اس کے بعد لوگوں میں آپ کی شہرت ہو جانا اور خاندان کی ظلم و ستم کی کہانیاں زبان زد عام ہو جانا ایسے امور ہوں گے جن کی وجہ سے یہ یقین کے زمرے تک پہنچ جانی شروع ہو گی۔مگر اس کے بعد بھی دنیا بھر کے قوی علماء میں آپ کا شمار ہونے اور مہدویت کی علامات کا احساس ہونے کے بعد اگرچہ بعض لوگوں کو اس کا اندازہ ہوگا لیکن آپ خود کو امام مہدی نہیں کہیں گے بلکہ امام مہدی کا ایک ادنی سپاہی اور اس کا مددگار یا انصاری کہنا پسند کریں گے۔تاہم پیدائشی صفات کو اپنے اندر دیکھتے ہوئے اور زمانے کا ادراک کرتے ہوئے آپ کو ایک اشارۂ ربانی کا انتظار ضرور ہوگا۔

خلاصہ کلام:

عام طور پر عوام وخواص کے ذہنوں میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ بیعت سے پہلے امام مہدی کو خود اپنے مہدی ہونے کے بارے میں اور دوسرے لوگوں کو ان کے مہدی ہونے کے بارے میں علم نہیں ہوگا، بلکہ اچانک رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان علمائے کرام انہیں پہچان کر ان کے ہاتھوں بیعت کریں گے لیکن گذشتہ فصول میں یہ بات تفصیل سے بیان کی گئی کہ کسی بڑی شخصیت کے بیعت سے پہلے یا کسی نبی کی بعثت سے پہلے خود انہیں بھی کچھ نہ کچھ علم ضرور ہوتا ہے اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو بھی اس شخصیت کے علامات کی وجہ سے غیر قطعی طور پر علم ضرور ہوتا ہے۔

لیکن ہمارے ہاں یہ عقیدہ کسی قرآنی آیت، صحیح یا ضعیف حدیث کسی تابعی کی تشریح سے مستنبط نہیں، بلکہ ایک حدیث یصلحہ اللہ فی لیلۃ کی تشریح کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ تشریح قرآن وحدیث کے نصوص کے متعارض ہے۔ جن پر آئندہ فصول میں تفصیل سے کلام کیا جائے گا۔

فصل سوم: ظہورِ مہدی سے پہلے امام مہدی کب مہدی ہوں گے؟

گزشتہ تحقیقات کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوئی کہ ظہورِ مہدی سے پہلے اگرچہ امام مہدی کے بارے میں قریبی دوستوں، خاندان کے افراد اور واقفیت رکھنے والوں کو ان کے مہدی ہونے کے بارے میں علم ہو گا اور اپنے اندر علامات دیکھنے کی وجہ سے امام مہدی کو بھی اپنے بارے میں مہدی ہونے کا علم ہو گا، لیکن کیا لوگوں کو ان کے بارے میں علم ہونے یا خود انہیں اپنے مہدی ہونے کے بارے میں علم سے یہ شخصیت مہدی ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ شخصیت اس طرح صرف اپنے یا لوگوں کے علم سے امام مہدی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

ان دونوں سوالات کا جواب یہ ہے کہ نہیں ہر گز نہیں۔۔ نہ تو اس طرح کوئی شخصیت مہدی ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے اور نہ ہی یہ شخصیت اس طرح مہدی ہو سکتا ہے۔

بلکہ جب تک ظہورِ مہدی سے پہلے علاماتِ زمانیہ، علاماتِ مکانیہ اور علاماتِ شخصیہ مکمل نہ ہوئی ہوں اور سیاسی طور پر جزیرۃ العرب میں باقاعدہ طور پر فضا برابر نہ ہوئی ہوں اور دنیا بھر سے تعلق رکھنے والے سات (۷) یا نو (۹) یا اس سے زیادہ علمائے کرام کا امام مہدی کی شخصیت کے بارے میں اتفاق نہ ہوا ہو اور اس کے بعد باقاعدہ طور پر رکنِ یمانی اور مقامِ ابراہیم کے درمیان بیعت نہ ہوئی ہو، تب تک احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں کوئی شخصیت مہدی نہیں ہو سکتا۔

بیعت سے پہلے امام مہدی کی شخصیت کے علم سے کوئی مہدی نہیں ہو سکتا:

تاہم امام مہدی کی شخصیت کے بارے میں بیعت سے پہلے مہدی ہونے کے علم سے مہدی نہ ہونے کے اس فیصلے سے متعلق ہمیں نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد کے حالات کا جائزہ لینا ہوگا۔

اس بارے میں اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعثت سے پہلے نبی کریم ﷺ اپنی ذات میں علاماتِ نبوت موجود ہونے اور دوسرے لوگوں کو آپ ﷺ کے بارے میں نبی ہونے کے علم کی وجہ سے کیا آپ ﷺ نبی بن گئے تھے؟

یعنی جس طرح جبرئیل امین کا بعثت سے پہلے شق صدر کرنا، بحیرہ راہب کا قریش کے سرداروں کے سامنے آپ ﷺ کی نبوت کا اعلان کرنا، پتھروں کا آپ ﷺ کو سلام کرنا وغیرہ دیگر کئی علامات کی وجہ سے کیا آپ ﷺ کے نبی یا رسول ہونے کے لیے یہ دلائل کافی تھے؟

واضح بات ہے کہ آپ علیہ السلام اس وقت تک نبی اور رسول کے عہدے پر فائز نہیں تھے، جب تک کہ باقاعدہ جبرائیل امین نے غارِ حراء میں "سورۃ العلق" لا کر آپ علیہ السلام کو پڑھایا نہ تھا۔ ایسے ہی امام مہدی علیہ الرضوان کے بارے میں اگرچہ لوگوں کو بھی علم ہو اور انہیں خود بھی علم ہو، مگر آپ اس وقت تک مہدی نہیں ہو سکتے، جب تک دیگر علامات کے ساتھ ساتھ باقاعدہ آپ کے ہاتھ پر بیعت نہ ہو جائے۔

فصل چہارم: علامات شخصیہ، علامات زمانیہ ومکانیہ کو اپنے اندر اور اپنے زمانے میں پانے کے بعد مہدویت کی خواہش رکھنے کا شرعی تناظر میں تحقیقی جائزہ

فرشتوں نے مثبت اور مدلل انداز میں جہاں تخلیقِ آدم پر اللہ تعالی کے سامنے اپنے تحفظات پیش کیے ایسے ہی خلافتِ ارض کے لیے اپنی استحقاق بھی سامنے رکھ دیا اور اس کا ثبوت دلائل سے مزین کر دیا۔

چنانچہ فرمایا: (وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں، انھوں نے کہا کیا تو اس میں ایسے شخص کو بنانا چاہتا ہے جو خرابیاں کرے اور کشت و خون کرتا پھرے، اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں (خدا نے) فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے)

اس آیت مبارکہ میں فرشتوں کو باری تعالی نے بطور اخبار آدم کی پیدائش کے بارے میں بتایا، تو فرشتوں نے چند باتیں فرمائی:

پہلی بات: بشریت کو خلافت کا حق دینے کی صورت میں زمین میں فساد برپا ہوگا اور امن نہیں رہے گا، جس کی وجہ سے ربِ کونین کا ہدف پائے تکمیل کو نہیں پہنچ پائے گا کہ دوسروں کو ذاتِ باری کی معرفت اور ہمہ تن اس کی عبادت کرنے کو نقصان پہنچے گا۔

دوسری بات: اور اگر انسانوں کے بجائے ہماری نوعِ ملکوتی کو یہ خدمت مہیا ہوئی تو

فرشتوں میں دنگا فساد پھیلانے اور بدامنی مچانے کی کوئی وصف نہیں، کیونکہ نورانی جسم اور روحانی اوصاف کی وجہ سے نہ نفسانی خواہشات کا خدشہ ہے اور نہ ہی شیطانی تصرفات وجناتی اغواء کا شائبہ ہے، لہذا تسبیح و تہلیل اور تقدیس و تنزیہہ کی غرض انسانوں کے بجائے فرشتوں سے بطریقۂ اکمل پورا ہو سکتا ہے۔

تیسری بات: معبود کا صحیح حق ملائک ہی ادا کر سکتے ہیں، کیونکہ فرشتے پلک جھپکنے کے برابر رب کی نافرمانی نہیں کرتے، لہذا زمین کی خلافت انسان کے بجائے فرشتوں کا حق ہونا چاہیے۔ قرآن کریم میں مذکوران امور کی طرف صریح نصوص میں اشارہ کیا گیا، مگر اللہ تعالی نے تفصیلی وضاحت کے ساتھ ان دعوؤں کو مکمل طور پر رد کر دیا اور فرشتوں کو سجدے کا حکم دے دیا۔ چونکہ فرشتوں کا دعویٔ خلافت رب کی اطاعت کی وجہ سے تھا اور اسی وجہ سے ضمناً مطالبہ بھی کیا گیا اور فرمایا: نحن نسبح بحمدک ونقدس لک۔

لیکن جب فرشتوں کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تو جونہی سجدے کا حکم ملا، تو فوراً سب کے سب اکٹھے سجدہ ریز ہو گئے، اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کی جانب سے خلافت کا مطالبہ حبِ جاہ کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس سے مقصود اللہ تعالی کی اطاعت تھی۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عہدے کی خواہش رکھنا اطاعتِ ربانی کے لیے کوئی بُری بات نہیں اور نہ ہی اپنے لیے وسیع اختیارات کا مطالبہ کرنا ناجائز امر ہے اسی طرح اپنے لیے استحقاق کو ثابت کرنا بھی ممنوع نہیں ہے، چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: (اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي) اس آیت میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے نہ صرف خواہش کا اظہار کیا، بلکہ ایک ایسے عہدے کی

درخواست کی جو ان کے بعد آنے والی تمام انسانوں میں سے کسی کو بھی نہیں ملے گی، اسی طرح نبی علیہ السلام نے مقامِ محمود کا سوال بھی کیا اور اذان کی دعا میں امت کو بھی اس کی ترغیب دی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے وزارت کا عہدہ مانگا اور فرمایا: انی حفیظ علیم۔ شاید یہی غرض تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ کے بعد خلافت کے لیے آپؓ ہی کی مرتب کردہ شوری میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے اپنے لیے حقِ خلافت کا صراحتاً مطالبہ تو نہیں کیا، مگر دوسرے حضرات عشرہ مبشرہ کے برعکس جب وہ حضرات اپنے حقِ خلافت سے دوسرے حضرات کے لیے دست بردار ہوئے تو آپ دونوں حضراتؓ نے اپنے لیے خلافت کا حق اپنے اس شرط پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو دے دیا کہ آپؓ ہم دونوں میں سے حق دار سب سے زیادہ معروف اور لوگوں کے مطلوب شخص کو یہ عہدہ سپرد کریں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نیک کام اور عظیم مرتبے کی اہلیت رکھتے ہوئے خواہش رکھنا جائز امر ہے اور اس کے لیے احسن طریقے کے مطابق اس خواہش کا اظہار بھی ممنوع نہیں۔ لیکن اس سے یہ بات ہر گز معلوم نہیں ہوتی کہ صلاحیتوں کے جاننے والے افراد اور اہم امور کی ذمہ داریوں کے لیے بہترین قیادت کے ہوتے ہوئے مطالبہ کرنا یا اپنے آپ کو پیش کرنا ناجائز ہے۔ اسی وجہ سے آپ علیہ السلام نے فرمایا: کہ ہم یہ حق ان لوگوں کو نہیں دیتے جو اس کے لیے خود اپنے آپ کو پیش کرے اور یا اس کا مطالبہ کرے۔ تاہم اس حق کے لیے افضل شخص کے موجود ہوتے ہوئے اس کی افضیلت کو سامنے رکھنا اور لوگوں کو اس کی طرف ترغیب دینا بھی اہم ذمہ داری ہے اسی لیے نبی

کریم علیہ السلام نے حضرت ابو بکرؓ کے گھر کا دروازہ مسجد نبوی کے لیے کھول دیا اور دوسرے تمام دروازوں کو بند کر دیا۔ اور اپنی زندگی میں ہی حضرت ابو بکرؓ کو امامت کے لیے آگے کیا اور ایک مرتبہ خود بھی اس کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ ان تمام امور سے معلوم ہوا کہ خلافت کی اہلیت کے ہوتے ہوئے اپنے لیے خواہش رکھنا شرعی دائرے میں احسن طریقہ سے ایک جائز اور بنیادی ضرورت ہے۔ ان دلائل کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام مہدی کے لیے بھی سیرت مطہرہ اور قرآن و حدیث کے بنیادی اصول کی روشنی میں یہ دلی خواہش رکھنا کوئی ناجائز کام نہیں۔ ہاں البتہ اس عہدے کا دعویٰ کرنا اور بخوشی قبول کرنا احادیث مبارکہ کی روشنی میں درست نہیں۔ لیکن عام طور پر ہمارے ہاں یہ معروف ہے کہ امام مہدی کو خود بھی اپنے بارے میں علم نہیں ہوگا اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو ان کی شخصیت کے بارے میں علم ہوگا اور اس بارے میں مسند احمد اور سنن ابن ماجہ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ٥امام مہدی ہمارے اہل بیت میں سے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان میں ایک رات کے اندر یہ صلاحیت عطا فرمائیں گے۔ اس روایت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ امام مہدی کو خود بھی علم نہیں ہوگا، اور نہ لوگوں کو ان کے بارے میں علم ہوگا، بلکہ اچانک ایک رات کے اندر ان میں مہدویت کے صفات مکمل طور پر رکھے جائیں گے اور اس طرح آپ کے بارے میں آسمانوں سے اعلان ہوگا اور لوگ انہیں پہچانیں گے، لہذا اس حدیث کی وجہ سے امام مہدی کے بارے میں لوگ تحقیق نہیں کرتے، اس غلطی کو دور کرنے کے لیے آئندہ فصل میں اس حدیث پر تفصیلی بحث کی جائے گی۔

فصل پنجم: حدیث مبارک "يصلحه الله في ليلة" کا تحقیقی جائزہ

مسند احمد میں روایت ہے کہ المهدى منا اهل البيت يصلحه الله في ليلة۔

جب کہ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں يصلحه الله في ليلة ويومين کا اضافہ ہے۔

تشریح: 1-اس حدیث میں اس ایک رات سے مراد بیعت سے پہلی والی رات ہے یا بیعت کے بعد والی رات مراد ہے؟

2-کیا اس ایک رات میں امام مہدی تجربہ کار عالمِ دین، پورے عابد وزاہد، محبت کرنے والا اور رحم کا معاملہ کرنے والے لیڈر، سیاسی رہنما اور مضبوط جنگجو کمانڈر بن جائیں گے، جب کہ اس سے پہلے آپ ان مراتب پر فائز نہیں ہوں گے۔

3-کیا یہ سب کے سب صرف ایک ہی رات میں پورے ہوں گے اور کیا اسی طرح نبی کریم علیہ السلام کا نبوت کے لیے اصلاح ایک ہی رات میں ہوئی تھی یا کئی عرصہ لگا تھا۔ یہ بات تو واضح ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے بعثت سے پہلے بکریاں چرائی تھی اور آپ علیہ السلام کے علاوہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی بکریاں چرائی تھی۔ رواہ البخاری۔

ابن حجر فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام کی ظاہری اعتبار سے امت کے احوال کی دیکھ بھال کرنے اور صبر و حلم، شفقت و محبت کی صفات کو جلا بخشنے کے لیے بکریوں کے چرانے کو لازمی قرار دیا گیا تاکہ تفرق بازی روکنے اور اجتماعی نظم برقرار رکھنے کا ہنر راسخ ہو جائے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے اور دشمن کی میلی آنکھ سے حفاظت، چوروں سے بچاؤ، مختلف النوع طبیعتوں کے آپس میں جوڑ، شدت پسندوں میں نرمی اور گرم خو افراد سے تساہل وغیرہ کام سختی کے اس سفر میں یہ امور کارآمد ہو سکتے ہیں۔ جب کہ

تدریجی ارتقاء کے حصول میں صبر کے مراتب، مشقتوں کے برداشت، تکالیف کے بہاؤ میں ضعف سے دوری مگر عزتِ نفس کا حصول بکریوں کے چرانے میں مضمر ہوتا ہے۔ [فتح الباری، ج ۴ ص ۴۴۱]

اس حدیث کی تشریح میں ابن حجر رحمہ اللہ کی تطبیق سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء کرام پر امت کی تربیت کے لیے بعثت سے پہلے بکریوں کا چرانا لازمی ہوتا تھا اور سید الرسل علیہ السلام نے بھی اسی نوعیت کے حصول کے لیے بکریاں چرائی تھی۔

اس تناظر میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انبیائے کرام کی تدریجی تربیت کو اللہ تعالی نے صرف ایک رات میں مضمر نہیں رکھا کہ ایک ہی رات میں سونے سے اٹھنے کے بعد جب آنکھیں کھولیں تو ان کی تربیت ہو چکی تھی اور ان کی اصلاح فرما کر انہیں نبوت کے منصب پر فائز کیا ہو۔۔۔ نہیں۔۔۔ ہر گز نہیں۔

جب انبیائے کرام جیسی اولوالعزم شخصیات کی تدریجی تربیت ایک رات میں نبوت کے مراتب کے حصول کے لیے نہیں ہوتی، تو ان کے مقابلے میں اولیاء یا مجددین کے لیے ایسا ہونا تو نا ممکن بلکہ دنیوی ظاہری نقشے کے اعتبار سے محال معلوم ہوتا ہے۔

کیونکہ انبیائے کرام صغائر و کبائر سے بعثت سے پہلے اور بعد میں معصوم ہوتے ہیں جب ان کے لیے ایک رات میں یہ اصلاح نہیں ہو سکتی، تو دوسروں کے لیے تو بطریقہ اولی نہیں ہو گی۔ انہی اعتراضات سے بچنے کے لیے شیعہ حضرات نے اس تفسیر کو چھوڑتے ہوئے یہ کہا کہ یصلحه الله فی لیلة سے مراد یصلح الله انصاره فی لیلة ہے کہ اللہ تعالی امام مہدی کے انصار کی ایک رات میں تربیت فرمائیں گے، لیکن شیعہ حضرات کی یہ تفسیر صراحتا تحریف شمار ہوتی ہے۔

نبی کریم علیہ السلام کی سیرت کو دیکھتے ہوئے اس حدیث کی متعدد تشریحات ہو سکتی ہیں:

مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے اور پیر کے دن حجر اسود کو اٹھا کر رکھا گیا۔ رواہ احمد۔ آپ علیہ السلام کو پیر کے دن پہلی مرتبہ وحی کی گئی۔

پیر کے دن مکہ کی طرف ہجرت کیا۔ پیر کے دن مدینہ پہنچ گئے، اور کعبہ سے بیت المقدس کی طرف پیر کے دن قبلہ منتقل ہوا۔ اسی طرح واپس بیت المقدس سے کعبہ کی طرف قبلہ بدل گیا۔ ایسے ہی غزوہ بدر پیر کے دن تشریف لے گئے۔ اور آپ علیہ السلام دنیا سے پیر کے دن رحلت فرما گئے۔

اسی طرح امام مہدی علیہ الرضوان کی بیعت اتوار کی شب ہفتہ کے دن ہو گی، جیسا کہ عقد الدرر میں علامہ سلمی شافعی نے نقل کیا ہے کہ یوم عاشوراء عشاء کے وقت امام مہدی کی بیعت ہو گیا ور اسی رات امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اور وہ بھی ہفتہ کا دن یعنی اتوار کا شب تھا۔ اسی وجہ سے اگر ہم یہ کہیں کہ امام مہدی کی ایک دن رات میں تربیت اور اصلاح کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً اتوار کے دن پیدا ہوں گے، اتوار کے دن قرآن یاد کریں گے، اتوار کے دن شادی کریں گے، اتوار کے دن ہجرت کریں گے، شب اتوار کو اس کی بیعت ہو گی اور اتوار ہی کے دن انہیں فتوحات شروع ہو جائیں گے۔

اگر یہ کسی ایسی شخصیت میں جمع ہو جائیں اور دیگر اوصاف کے ساتھ ساتھ علماء کرام اس وصف کو بھی معلوم کرلیں، تو کوئی بعید بات نہیں۔

دوسری تشریح: ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو ایک رات اللہ

تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک خاص تجلی وارد ہوئی جو ایک احسن اور خوب صورت شکل میں مجھے نظر آئی، پوچھا کہ ملأ اعلیٰ والے کن چیزوں پر لڑتے ہیں، تو میں نے کہا مجھے معلوم نہیں، تو اپنا دست قدرت میرے دنوں شانوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک سے آسمانوں اور زمینوں کے تمام علوم مجھے معلوم ہوئے اور پھر فرمایا کہ ملأ اعلیٰ والے کن چیزوں پر لڑتے ہیں: میں نے کہا کفارات میں اور کفارات سے مراد مسجدوں میں نمازوں کے بعد زیادہ وقت گزارنا اور باجماعت نمازوں کے لیے قدم اٹھانا، ٹھنڈک والے ایام میں مکمل وضو کرنا، جو شخص اس طرح جیا، تو خیر وعافیت کی زندگی جیا، اور اگر مرا تو خیر وعافیت کی موت مرا اور اس کی گناہ اسی طرح ختم ہو جائیں گی جس طرح ماں سے پیدا ہوتے وقت بچوں کے گناہ نہیں ہوتے۔

اور اللہ جل شانہ نے فرمایا: اے محمد! جب تم نماز پڑھو تو یہ دعا پڑھو: اللھم انی اسالک فعل الخیرات وترک المنکرات وحب المساکین واذا اردت بعبادک فتنة فاقبضنی الیک غیر مفتون۔

اس حدیث کی روشنی میں اگر یصلحه الله فی لیلة سے یہ مراد لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنا دستِ قدرت رکھنے کے بعد تمام آسمان وزمین کی باتیں معلوم ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔اس حدیث کے راوی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہے اور آپ کا انصاری صحابی کا یہ واقعہ نقل کرنا بظاہر مدینہ منورہ سے تعلق رکھتا ہے، کیونکہ فجر کے بعد نبی کریم علیہ السلام نے انہیں یہ واقعہ اسی رات کے بارے میں بتایا تھا اور مدینہ سے پہلے ۱۳ سال تک آپ نبی اور رسول تھے، مگر یہ واقعہ اس کے بعد ہوا۔

جب کہ غالب گمان یہی ہے کہ صلح حدیبیہ اور سورۃ فتح کے نازل ہونے کے بعد یہ حدیث بیان ہوا ہوگا، کیونکہ سورۃ الفتح میں چند امور ذکر کیے گئے:

۱- فتح مبین۔ ۲- مغفرت تامہ۔ ۳- تکمیل نعمت۔ ۴- ہدایت۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ ہدایت کی چوٹی کے آخری سرے تک پہنچنا صلح حدیبیہ کی وجہ سے ملنے والی فتح سے متعلق ہوا تھا۔ اور اس کے بعد ہی اس حدیث میں بیان شدہ آسمان و زمین کے علوم کا ملنا مذکور رہوا۔

تو اسی طرح معاذ بن جبل رضی اللہ کی اس حدیث کی روشنی میں اگر یصلحہ اللہ فی لیلۃ کی تشریح دیکھی جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ بیعت کے بعد بعض فتوحات کے ملنے کے بعد خلافت کے بیشتر مخفی امور کے اہم نکات کی طرف اللہ تعالی امام مہدی کی رہنمائی فرما کر ان کی تربیت اور اصلاح کریں گے۔

اس طرح دونوں تطبیقات کو ملا کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اتوار کے دن پیدائش، حفظ قرآن، علوم کی تکمیل، شادی، بچوں کی پیدائش، ہجرت اور بیعت خلافت کے بعد اصلاح بھی اسی اتوار کی رات ہوگی۔ اور یصلح اللہ فی لیلۃ سے اسی نکتے کی طرف اشارہ ہو۔ یعنی ابتداء میں لیلۃ الاصلاح متعدد امور میں کئی بار یہی ایک رات کو ہوئی، لیکن اصلاح کبریٰ فتوحات کے بعد ہوگی۔

۳- صحیح مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ سے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا، جب تک اس کے خواہشات اس دین کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں، اور میں اس کو اپنے ماں باپ، بیوی بچوں مال و متاع اور اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاوں۔

اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ ﷺ مجھے سب سے زیادہ عزیز ہیں، مگر اپنی جان سے زیادہ عزیز نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ابھی تک ایمان کامل نہیں ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اب آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گئے۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اے عمر! ابھی ایمان مکمل ہوا۔ حضرت عمر نے ۳۹ نمبر پر ایمان قبول کیا، پھر مکہ مکرمہ کی زندگی اور اس کے بعد ہجرت اور یہ حدیث ہجرت کے بعد ارشاد فرمائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحبت کے طویل عرصے میں تکمیل کے مراتب آہستہ آہستہ پورے ہوئے تھے مگر تکمیل آخر میں اسی مجلس میں ہوئی۔ ایسے ہی امام مہدی کی تربیت واصلاح ابتداء ہی سے جاری ہو گی۔ مگر شاید عیسی علیہ السلام کی صحبت میں یہ تکمیل پوری ہو جائے گی، جیسا کہ فرمایا: کیف انتم اذا کان عیسی بن مریم فیکم ینزل والامام منکم۔

۴۔ محدث کبیر شیخ عبد الغنی محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا کہ یلهمه للامارة والخلافة فجاءة وبغتة۔ یعنی امام مہدی کو ایک ہی رات میں امارت اور خلافت کے جملہ امور کا الہام اچانک کیا جائے گا۔

اس تشریح کو بھی گذشتہ تین تحقیقات کی روشنی میں دیکھ لیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ مہدویات سے متعلق قائدانہ صلاحیت اور خلافت وامارت سے متعلق صفات اور صلاحیت اللہ تعالی ایک رات میں اچانک انہیں عطا فرمائیں گے۔

لیکن جب انبیائے کرام کو روبرو آہستہ آہستہ کئی مراحل سے گزارنے کے بعد اپنا منتخب بندہ بنایا جاتا ہے، تو انبیائے کرام سے کم مرتبے والے حضرات تو بطریقہ اُولی اصلاح کے ان مراتب سے ضرور گزریں گے۔

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے سورج کا مغرب سے نکالنے کا مطالبہ کر کے دم بخود کرانا، ستارہ پرست اور سورج پرستوں کو مناظرہ میں ہرا کر، بعد میں بتوں کو توڑ کر نمرود کی جانب سے آگ میں ڈالا جانا اور زندہ نکل کر ہجرت کرنا اور پھر راستے میں بادشاہِ وقت کے ظلم کا نشانہ بننا اور بڑھاپے میں بیوی اور نو مولود بیٹے کو لق دق صحرا میں چھوڑنا اور پھر چودہ سالہ بیٹے کی ذبح کا حکم ملنا اور ان تمام امتحانات میں کامیاب ہونا ہی درحقیقت واذا ابتلی ابراهیم ربه بکلمات فاتمهن۔۔اور آیت مبارکہ وابراهیم الذی وفی۔۔کی عملی تفسیر ثابت ہوئی اگرچہ آپ اولوالعزم نبی ورسول تھے مگر تکمیل ان امتحانات کے بعد ہوئی۔

اسی طرح امام مہدی کا مرتبہ اگرچہ ابتداء سے حسنی حسینی فاطمی سادات میں اشرف اور اعظم ہو گا، مگر اس زمانے میں دین کا بس صرف نام کا رہ جانا اور آپ کا فتنوں سے دور رہتے ہوئے خراسان کا سفر، جیل کی زندگی، گھر بار اہل وعیال کا قید وبند کی مصیبتوں کا جھیلنا اور اس کے بعد امام مہدی کے انصار میں سے ہونے کے لیے کوششیں کرنا اگرچہ اخلاص اور للہیت شمار ہو گی، لیکن دنیا بھر کے علمائے کرام کی جانب سے امام مہدی کے ہاتھ پر بیعت اور پھر حکمت وبصیرت کے ساتھ طائف کے پہاڑوں میں جا کر خسف کا انتظار کرنا اور اس کے بعد جزیرۃ العرب کی فتح ہونا آپ کی جانب لوگوں کا

ایک رات میں رجحان ہو جانا شاید یصلحہ اللہ فی لیلۃ کی عملی تفسیر ہو گی جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے تھی۔

ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام کا سخت زمانے میں پیدا ہونا، بچپن میں دریا برد ہو کر نجات پانا، درِ فرعون میں پرورش اور تھنِ ام کے دودھ سے تربیت کے بعد مظلوموں کی مدد میں جلاوطنی اور وہاں عظیم پیغمبروں کی اولاد میں خدمت کی زندگی گزار کر واپسی میں کوہِ طور سے نبوت ورسالت اور پھر فرعون کا مقابلہ کر کے کامیاب ہونا آہستہ آہستہ کئی سالوں میں پورا ہوا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وفتناک فتونا فلبثت سنين فى اهل مدين ثم جئت على قدر يموسىٰ واصطنعتک لنفسى۔ یعنی مختلف آزمائشوں کی زندگی گزارنے کے بعد اہل مدین میں خدمت کے بعد ایک مقررہ اندازے کے مطابق ہم آپ کو لے آئے اور اس کے بعد آپ کو اپنی رسالت کے لیے منتخب کر دیا۔

ایسے ہی امام مہدی کو بھی کئی آزمائشوں کے بعد خلافت وامارت کا الہام فرما کر انہیں امت کے اس عظیم منصب کے لیے منتخب فرمائیں گے۔

۵-علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا کہ يصلحه الله فى ليلة اى يتوب الله ويوفقه ويلهمه بعد ان لم يكن كذلک۔ یعنی ایک رات میں اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کی مغفرت فرما کر انہیں خلافت وامارت کے اسباب مہیا کر کے ان کے دل میں ایک ایسے طریقے کا الہام فرمائیں گے، جو پہلے سے ان کے دل میں نہیں ہو گا۔

يصلحه الله فى ليلة حدیث مبارک کی گذشتہ تشریحات کی روشنی میں یہ بات معلوم

ہوئی کہ چند قابل قدر حضرات کا یہ کہنا کہ امام مہدی کو نہ تو خود اپنے مہدی ہونے کے بارے میں علم ہو گا اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو ان کے مہدی ہونے کے بارے میں ہو گا، بلکہ اچانک ایک رات میں اللہ تعالیٰ انہیں خلافت وامارت کے لیے تیار فرمائیں گے۔ یہ تشریح نہ صرف حدیث کے سیاق وسباق کے مخالف معلوم ہوتی ہے، بلکہ قرآن وسنت کے دیگر نصوص اور کئی دلائل کی رو سے بھی درست نہیں۔

لہذا احادیث میں امام مہدی کی صفات کو بیان کرنے کے بعد یہ کہنا کہ امام مہدی کو خود اپنے بارے میں علم نہیں ہو گا اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو ان کے مہدی ہونے کے بارے میں علم ہو گا، یہ بات درست نہیں ہے بلکہ موجودہ دور میں ہمیں امام مہدی کے زمانے میں وقوع پذیر علامات سے متعلق احادیث کو اپنے زمانے پر منطبق کرنا اور ان دونوں زمانوں کو یکساں پاتے ہوئے امام مہدی کی تلاش سے پہلے آخری زمانے کے فتنوں سے متعلق علوم میں مہارت رکھنے والے علمائے کرام کے ہاتھ پر زندگی اور موت کی بیعت کرنا اور پھر لوگوں میں اس موضوع کو پھیلا کر امام مہدی کے موضوع کی طرف دعوت دینا، امام مہدی کی نصرت کرنا اور امام مہدی کی بیعت کا شرف حاصل کرنے والے تین سو تیرہ ۳۱۳ افراد میں شامل ہونے کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کر کے امام مہدی کا انتظار کرنا اور بیعت کا شرف حاصل ہونے کے بعد جینا اور مرنا امام مہدی کے نام کرنا اصل مقصودِ حیات اور اسلام کا پیغام ہے۔

فصل سوم: حدیث میں امام مہدی کا بیعت سے انکار اور اس کی وجہ

نوع اول: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں سات علمائے کرام کا امام مہدی کو تلاش کر کے بیعت کا اصرار کرنا اور امام مہدی کا بیعت سے انکار کرنا وارد ہے اس

حدیث میں اگر انکار کی وجہ کا بغور جائزہ لیا جائے اور امت مسلمہ کے سب سے پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا انداز دیکھ لیں، تو اس سے اس انکار کی وجہ معلوم ہوتی ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے انصارِ مدینہ کے سامنے قریش کی امامت کا فیصلہ سنایا اور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بیان فرمایا کہ الائمۃ من قریش کہ امام قریش میں سے ہوگا اور اس کے بعد انعقاد بیعت کے لیے حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کا نام پیش کیا اور فرمایا: ان دونوں میں سے جس کی تم چاہو، بیعت کرو۔

یہاں علامہ ابن حجر نے یہ نکتہ اعتراض اٹھایا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو خود یہ بات معلوم تھی کہ میں سب سے زیادہ خلافت کا حقدار ہوں کیونکہ نبی کریم ﷺ کا دوسرے صحابہ کرامؓ کو چھوڑ کر انہیں نماز کے لیے آگے کرنا اس کا بڑا قرینہ تھا تو پھر مفضول کو آگے کرنے کی کیا وجہ تھی؟

اس کا جواب خود دیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا تزکیہ کرنے اور لوگوں کو اپنی بیعت کے لیے جمع کرنے میں حیا سب سے بڑی مانع تھی جب کہ اس بات کا یقین ضرور تھا کہ یہ دونوں میری موجودگی میں اپنے لیے بیعت نہیں لیں گے۔

کیونکہ اہل السنۃ کا فضیلتِ ابو بکر پر اتفاق ہے اور حضرت ابو عبیدہؓ سے حضرت عمرؓ کی افضیلت بھی مسلم تھی مگر ابو بکرؓ کا پہلی بار انکار سے مراد دستبرداری یا اپنے آپ کو نااہل کرنا مقصود نہ تھا۔ جب کہ گذشتہ فصول میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ امام مہدی عام طور پر لوگوں کو معلوم ہوں گے اور انہیں خود بھی اپنے بارے میں علم ہوگا تو

پھر بیعت کے وقت آپ بیعت لینے سے کیوں انکار کریں گے اور علمائے کرام آپ کو کیوں بیعت پر مجبور کریں گے، تو اس کی کیا وجہ ہو گی؟

ایسے ہی امام مہدی بیعت سے انکار کرتے ہوئے مکہ سے مدینہ آتے جاتے ہوئے بیعت کو قبول نہیں کریں گے؟

ان سوالات کا جواب دینے سے پہلے قرآن مجید میں سیدہ مریم علیہاالسلام کا قصہ ملاحظہ کریں گے، تو حدیث میں امام مہدی کا بیعت سے انکار کی وجہ معلوم ہو جائے گی اس سے متعلق وہاں چند امور مذکور ہیں:

۱۔ مریم علیہاالسلام کو سالہا سال اپنے بیٹھک میں مختلف قسم کے غیر موسمی پھل اور میوے ملتے تھے چنانچہ زکریا علیہ السلام نے جب یہ نظارہ دیکھا تو بڑھاپے میں جوانی کی وہ دعائیں دوبارہ فرمانے لگیں جو ان کی آرزو کا حاصل تھا کہ یااللہ! مجھ بے اولاد اور میری بانجھ بیوی پر بھی ایسے بے موسم میوؤں کی طرح اولاد کا رحم فرما، مگر جب فرشتہ بشارت لے کر آئی، تو پھر فرمانے لگے اس کی نشانی کیا ہو گی کہ میرا بیٹا ہو گا، گویا آپ علیہ السلام اس خبر کو فطری بشری تقاضے کے مطابق بعید تصور فرما رہے تھے جو کہ گویا ایک قسم کا خوشی کے مارے انکار ہے۔

۲۔ چنانچہ مریم علیہاالسلام اپنے خالو کا بیٹا اپنی بانجھ خالہ سے پیدا ہونے کا مشاہدہ کر چکی تھی اور برسوں بغیر موسم کے میوے کھانے والی کنواری سیدہ مریم علیہاالسلام کو بچے کی خوشخبری ملی تو فوراً ہیبت سے ساری کرامات فطری بشری کمزوری کے ناطے بھول گئی اور کہا کہ مجھے تو انسان نے چھوا تک بھی نہیں، نہ زنا سرزد ہوئی اور نہ ہی مجھے نکاح کے ساتھ کسی مرد نے مس کیا، تو پھر ایسی حالت میں بچہ پیدا ہونے کے کیا معنیٰ؟

حالانکہ جو ذات باری تعالٰی بے موسم پھل اور میوے دے سکتا ہے، بانجھ عورت اور بوڑھے آدمی کو اولاد دے سکتا ہے تو وہ بغیر باپ کے بیٹا کیوں نہیں دے سکتا۔ ایسی ہی صورت حال امام مہدی کی بھی ہو گی کہ اپنے آپ کو جاننے کے باوجود بیعت سے انکار کریں گے۔

مگر یہ انکار اس وجہ سے نہیں ہو گا کہ اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتے یا پھر ان کو اپنے بارے میں علم نہیں ہو گا، بلکہ بیعت کا رعب، امت کی فکر اور وقتی حالات کی نزاکت، مسلمانوں کی افراتفری اور بکھرے شیرازے کو متفق کرنا بشری طور پر بظاہر مشکل محسوس ہو گا، اس وجہ سے انکار کریں گے، جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت عمرؓ، حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اور دیگر انصار صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں خلافت کا حقدار قریش کو ٹھہرایا مگر اس کے ساتھ ساتھ اپنے علاوہ ان سے مرتبے میں کم یعنی حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو کہا کہ آپ ہاتھ بڑھائے تاکہ آپ کے ہاتھ پر لوگ بیعت خلافت کریں، لیکن اس سے مقصود ہر گز یہ نہیں کہ امت میں ان سے بڑا شخص اس عہدے کا قابل ہے یا پھر اس میں اہلیت نہیں یا پھر ان کو اپنے بارے میں خلافت کے حقدار ہونے کا علم نہیں۔ بلکہ عام طور پر کبھی کوئی مقتدا اور مقتدر شخصیت لوگوں کے سامنے اپنی فوقیت اور عہدے کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا اچھا شمار نہیں کرتا۔

ایسے ہی حضرت ابو بکرؓ کی طرح امام مہدیؒ بھی انکار کریں گے، مگر اس سے یہ مراد لینا کہ ان کو اپنے بارے میں علم نہیں ہو گا، یہ بات اس تناظر میں عقلاً و نقلاً درست معلوم نہیں ہوتی۔

نوعِ دوم: اخبار میں تدریجی انداز اور ظہورِ مہدی کا اہم واقعہ

ظہورِ مہدی سے پہلے کئی علامات کا وقوع پذیر ہونا احادیث مبارکہ میں مذکور ہیں، یہاں تک ظہورِ مہدی سے سو سال پہلے کے حالات اور اس زمانے کی علامات، ظہورِ مہدی سے پہلے مسلمانوں میں مال کی کثرت کی وجہ سے بے راہ روی اور کفار کی لمحہ بہ لمحہ مشابہت کا تذکرہ احادیث میں موجود ہے۔ ایسے ہی امام مہدی کے لیے خراسان اور مشرقی ممالک میں بطورِ تمہید اٹھنے والی تحریکیں اور ان کے خدوخال کی نشاندہی احادیث میں جابجا ملتی ہیں۔

اسی طرح ظہورِ مہدی سے پہلے جزیرۃ العرب میں غیر مسلم فوجوں کی آمد، عراق پر اقتصادی پابندیاں اور پھر وہاں کے عوام پر جنگ مسلط کرنا، اس کے بعد شام پر معاشی پابندی اور پھر وہاں پر دنیا بھر کے افواج کا تیل و گیس کے ذخائر پر خونریز جنگ کرنا احادیث مبارکہ میں موجود ہیں، جو موجودہ دور میں لمحہ بہ لمحہ پورے ہوتے جارہے ہیں، جب کہ جزیرۃ العرب پر مسلط شاہی خاندان کا باہمی مشت گریبانی اور سیاہ جھنڈوں کی آمد ہی ظہورِ مہدی سے متصل پہلے کے حالات کے طور پر احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔

ان تمام حالات کا اگر بغور جائزہ لیا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح کسی بڑی خبر کی ذہن سازی کے لیے پہلے سے صاحب بصیرت حضرات کئی مراحل میں اس خبر کو آہستہ آہستہ آگے کیا کرتے ہیں، چنانچہ نبی کریم علیہ السلام کی وفات صحابہ کرامؓ کے لیے سب سے بڑی خبر تھی، جس کے لیے زیادہ ذہن سازی کی ضرورت تھی اس لیے

کچھ عرصہ پہلے ارشاد فرمایا کہ ہر سال جبرئیل امین مجھے قرآن مجید ایک بار سنایا کرتے تھے مگر اس دفعہ دو بار مجھ سے سنایا گیا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ میری دنیا سے رخصت ہونے کی تیاری ہے اس لیے تقویٰ اور صبر اختیار کرو۔اور تمام صحابہ کرامؓ سے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا شاید اس کے بعد میں تم سے آئندہ سال نہ ملوں۔اسی ذہن سازی کے لیے ایک صحابی حضرت عوف بن مالکؓ سے فرمایا: قیامت سے پہلے چھ بڑی بڑی علامات ظاہر ہوں گی جسمیں سب سے پہلے میری موت ہوگی۔

ایسے ہی حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن رخصت کرتے ہوئے فرمایا اے معاذ! شاید اس کے بعد آئندہ ہم دوبارہ نہ ملیں اور تم میری قبر اور میری مسجد سے گزرو۔

اور اپنے غلام حضرت ابو مویھبہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: مجھے دنیا کی ہیشگی اور جنت کی نعمتوں کے درمیان اختیار دے دی گئی تو میں نے جنت کو پسند کیا اور دنیا کو خیر باد کہا۔ایک مرتبہ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اس بندہ کو دنیا کی نعمتوں اور اللہ کے پاس موجود خزانوں میں اختیار دے دی گئی تو میں نے اللہ کے پاس جانے کو پسند کیا اس بات کو سنتے ہوئے سیدنا ابو بکر رونے لگے اور فرمایا: اے حضور! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو۔

جب کہ قرآن مجید میں کئی بار نبی کریم ﷺ کا دنیا سے رحلت کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا: وما محمد الا رسولا قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم اور ایک مقام پر فرمایا: وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افان مت فهم الخالدون. اور ایک مقام پر فرمایا: انک میت وانهم میتون

مگر ان تمام تر تیاریوں کے باوجود جب آپ علیہ السلام کی وفات ہوئی تو یہ خبر صحابہؓ کے لیے زلزلے کی طرح اچانک لگی جن کو برداشت کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں تھی۔ کمزور ایمان والے تو مرتد ہوئے، مگر سیدنا عثمان رضی اللہ مکمل خاموش ہوئے، حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر کوئی یہ بات زبان پر لائے گا تو اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ مگر ایمانِ صدیقی نے اس مقام پر ثبات اور اولوالعزمی کے وہ عظیم جوہر دکھائے جنہیں سمجھنے سے کئی حضرات صحابہؓ بظاہر عاجز نظر آرہے تھے۔

ان تمام تر تمہیدات اور مقدمات کے باوجود جب یہ صورت حال تھی تو اگر یہ ذہن سازی اور بنیادی تمہیدات نہ ہو تیں تو پھر کیا ہوتا اللہ بہتر جانتا ہے۔

ایسے ہی ظہورِ مہدی کے لیے بھی دنیا بھر میں مکمل طور پر تیاری ہو چکی ہے، کیونکہ عزیز و حکیم ذات کی جانب سے لائی جانے والی تبدیلی کا فیصلہ ہے، ان تمام تر وجوہ سے اچھی طرح معلوم ہوا کہ کس طرح امام مہدی کو اپنے بارے میں علم ہو جانے کے باوجود بیعت قبول کرنے سے انکار کریں گے۔

تاہم دوسری کئی احتمالات بھی اس بارے میں ممکن ہیں کہ شاید انہی وجوہ کی وجہ سے امام مہدی بیعت قبول کرنے سے انکار کریں گے۔

جیسا کہ سنن ترمذی میں روایت ہے کہ یحی بن زکریا علیہ السلام کو اللہ تعالی نے حکم دیا کہ اپنی امت کو پانچ باتوں کے بارے میں حکم دو اور خود بھی ان پر عمل کرو، مگر آپ علیہ السلام اس میں پس و پیش کرتے رہے لیکن جب حضرت عیسی علیہ السلام نے وجہ پوچھی اور کہا کہ میں حکم دیتا ہوں، تو حضرت یحی علیہ السلام نے کہا کہ اگر تم نے اس

بارے میں مجھ سے پہل کی، تو مجھے زمین میں زندہ درگور ہونے یا عذاب میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہے۔اس لیے میں نے سستی کی...

ooooooooooo

بابِ دوم: مہدویت کا معیار قرآن وسنت کی روشنی میں

مہدویت کے اقسام: مہدویت کے بارے میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں:

مہدی اصطلاحاً ایک مقام ہے، مقاماتِ سلوک سے گذرنے والا جب وہاں سے گذرتا ہے، تو یہ لقب اس کو محسوس ہوتا ہے، بعض حضرات یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ مہدی موعود اور مقام سلوک ایک ہی ہے اور وہ غلطی میں پڑ کر مہدئ موعود ہونے کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں اور خرابیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، الحاصل مہدی تین ہیں: لغوی، اصطلاحی، موعود۔ لغوی کا مصداق وہ شخص ہے جس میں ہدایت کاملہ ظہور پذیر ہوئی ہو۔ خواہ ظاہری ہو یا باطنی ہو یا دونوں۔ واللہ اُعلم۔ [سلوکِ طریقت، ۲۸۹]

حضرت مدنیؒ کی اس ملفوظ میں چند باتیں بیان ہوئی:

۱۔ مہدئ لغوی ہر اس شخصیت کو کہا جاسکتا ہے کہ جو مکمل شریعت کا پابند اور اس کا باطن اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو، چاہے لوگوں کو ظاہراً معلوم ہو یا ظاہراً معلوم نہ ہو، لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ شخصیت کامل ہدایت پر ہوتا ہے۔ ۲۔ تصوف کی اصطلاح میں "مقامِ مہدویت" ایک الگ مرتبہ ہے، جسے بھی مہدی کہا جاسکتا ہے۔ ۳۔ تیسرا امام مہدئ موعود کا مرتبہ ہے، جس کے بارے میں احادیث مبارکہ میں پیشن گوئیاں ہوئی ہیں۔ تاہم حضرت مدنیؒ کے اس ملفوظ سے ضمناً دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ مہدئ اصطلاحی کے مرتبے پر اس وقت تک کوئی شخص فائز نہیں ہو سکتا، جبکہ مہدئ لغوی نہ ہو اور مہدئ لغوی کے لیے ظاہری شریعت کی مکمل تابعداری اور باطنی اوصاف کا بھر پور ہونا لازمی ہے، تب جاکر اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس مہدئ لغوی کو

مہدیٔ اصطلاحی بنا سکتے ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر 'مہدیٔ لغوی' 'مہدیٔ اصطلاحی' بھی بن جائے، بلکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص 'مہدیٔ لغوی' ہو، لیکن 'مہدیٔ اصطلاحی' نہ بن سکے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ ہوئی ہو، مگر 'مہدیٔ موعود' ہونے کے لیے 'مہدیٔ لغوی' ہونے کے ساتھ ساتھ 'مہدیٔ اصطلاحی' بھی ہونا ضروری ہے۔

۲۔ لیکن آگے جاکر اس کے بعد بھی 'مہدیٔ اصطلاحی' کے لیے بھی یہ ضروری نہیں، کہ مہدیٔ موعود بن جائے، بلکہ مہدیٔ موعود ہونے کے لیے علاماتِ شخصیہ، علاماتِ زمانیہ، علاماتِ مکانیہ، علاماتِ کونیہ، علاماتِ سیاسیہ اور اس کے بعد علاماتِ شرعیہ کا ہونا لازمی ہیں، اگر ان میں سے کوئی ایک علامت بھی کم ہو، تب بھی کوئی شخص اگرچہ مہدیٔ لغوی بھی ہو، مہدیٔ اصطلاحی بھی ہو، لیکن اس کا مہدیٔ موعود کے مرتبے پر فائز ہونا ضروری نہیں۔

فصل اول: مہدیٔ لغوی واصطلاحی کا قرآنی معیار:

واضح رہے کہ قرآنی آیات کی روشنی میں 'مہدی ہونا' یا' ہدایت یافتہ' ہونا چند امور پر مبنی ہے: گناہوں کی مغفرت، اتمامِ نعمت، نیکیوں کی ہدایت اور اللہ تعالی کی طرف سے نصرت و مدد سے مہدی ہونا ہے، چنانچہ سورۃ الفتح میں انہی چار امور کو ہدایت کہا گیا، دوسرے لفظوں میں مقامِ توبہ اور مقامِ معرفت کی تکمیل 'مہدیٔ لغوی' کا مرتبہے۔ لیکن یہاں سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا نصرت اور فتح سے پہلے آپ علیہ السلام ہدایت پر نہیں تھے۔

تو اس کا بے غبار جواب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام بعثت سے پہلے اور بعد میں صغیرہ اور کبیرہ تمام گناہوں سے پاک اور رب کی طرف سے کامل ہدایت پر تھے، ہاں البتہ عالمِ اسباب کی روشنی میں اس ہدایت کا اظہار لوگوں پر فتح کی صورت میں کامل طور پر نصرت کے بعد واضح ہوا، اگرچہ آپ علیہ السلام پہلے ہی سے کامل مہدی تھے۔

لہذا اس تناظر میں امام مہدی کی ہدایت اگرچہ پہلے ہی ان کی ذات میں فطری طور پر ہوگی مگر لوگوں پر اس کا اظہار اسوقت ہوگا جب خسف ہوگا اور مزید اس وقت ظاہر ہوگا جب جزیرۃ العرب، روم اور ہندوستان فتح ہوگا۔

لیکن پھر بھی آپ خود کو مہدی کہنا پسند نہیں کریں گے، جس طرح سورہ فتح کے نازل ہونے کے بعد آپ علیہ السلام کے نمازوں کی رکعتوں میں مزید اضافہ ہوا اور آپ لمبی لمبی رکعات کرنے لگے اور فرماتے: افلا اکون عبدا شکورا۔ تو امام مہدی بھی مزید خشوع و خضوع، تقویٰ واخلاص اور باطنی اوصاف اپنائیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ سورۃ النصر میں اسلام کی ترقی اور لوگوں کا جوق در جوق اسلام میں

داخل ہونے پر فرمایا گیا: فسبح بحمد ربک واستغفره

اسی طرح امام مہدی کے لیے بھی یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ میں مہدی ہوں۔۔ نہیں...ہر گز نہیں...بلکہ فتوحات کے بعد بھی خود کو مہدی کہنے کی جسارت نہیں کریں گے۔ کیونکہ قرآن مجید میں انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگی کا مشن اشخاص اور افراد کی نظروں کے سامنے کسی شخصیت کی کامیابی کے بجائے تبلیغِ دین کی اہم ذمہ داری کو ادا کرنا اور اسلامی احکامات کی ترویج اور ان کے نفاذ کا حکم دینا ہے، چاہے پیغمبر علیہ السلام کی ذاتِ بابرکات موجود ہو یا پھر دنیا سے رحلت فرما کر فوت ہو چکے ہوں، دونوں صورتوں میں دین کی تبلیغ کی ذمہ داری ان کے اور ان کے بعد وارثین نبوت کے اہم فرائضِ منصبی ہیں، اب آگے فتح ان کی حیات میں ہو جائے یا ان کے حیات کے بعد ہو۔

تو یہی طریقہ امام مہدی کے لیے بھی مشعل راہ ہوگا، یعنی اصل کام دین کی محنت اور اسلام کی سربلندی کے لیے دن رات کوشش کرنا مقصود ہے، چاہے ان کی شخصیت مہدی کا لقب پائے یا نہ پائے، مقصودِ اصلی دین اسلام کی ترویج و ترقی ہے، شخصیت منظورِ نظر نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کو مکی دور میں چار آیاتِ مبارکہ میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے:

پہلی آیت:(وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ) اگر ہم کوئی عذاب جس کا ان لوگوں سے وعدہ کرتے ہیں تمہاری آنکھوں کے سامنے (نازل) کریں یا (اس وقت جب) تمہاری مدت حیات پوری کر دیں تو ان کو ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔ تو جو کچھ یہ کر رہے ہیں

خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔)

دوسری آیت: (وَإِنْ مَا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ اور اگر ہم کوئی عذاب جس کا ان لوگوں سے وعدہ کرتے ہیں تمہیں دکھائیں (یعنی) تمہارے روبرو ان پر نازل کریں۔ یا تمہاری مدت حیات پوری کردیں (یعنی تمہارے انتقال کے بعد عذاب بھیجیں) تو تمہارا کام (ہمارے احکام کا) پہنچادینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔)

تیسری آیت: (فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ تو (اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صبر کرو خدا کا وعدہ سچا ہے اگر ہم تم کو کچھ اس میں سے دکھادیں جس کا ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں (یعنی کافروں پر عذاب نازل کریں) یا تمہاری مدت حیات پوری کردیں تو انکو ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے)

چوتھی آیت: (فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ اگر ہم تم کو (وفات دے کر) اٹھالیں تو ان لوگوں سے تو ہم انتقام لے کر رہیں گے)

تشریح: چونکہ نبی کریم علیہ السلام کو اس بات کا یقین تھا کہ اللہ تعالی اس دین کو دنیا بھر میں پھیلائیں گے اسی وجہ سے فرمایا: ''کہ صنعاء سے مکہ تک مسافر آئے گا مگر اسے جان ومال کا خوف نہیں ہوگا''۔ اگر بغور دیکھا جائے تو قرآن میں کبھی بھی یہ وعدہ اتنی تاکید کے ساتھ نہیں ہوا کیونکہ ان آیات کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا تھا اور وہاں کا زمانہ تربیت کا تھا چنانچہ وہاں نبی کریم علیہ السلام کی شخصیت سے نصرت اور مدد کی نفی ہوتی تھی اور آپ علیہ السلام کی ذمہ داری صرف تبلیغ دین بتائی جاتی تھی تاکہ لوگوں کے دلوں میں

یہ باتیں راسخ ہو جائیں، کہ اگر نبی علیہ السلام اس دنیا سے تشریف بھی لے جائے، تو دین کی نصرت اور تمکین کے لیے وہی ذاتِ باری تعالیٰ ہی ظاہری اسباب مہیا کرتے ہیں، لہذا اشخاص سے نفی اور محض ذاتِ باری تعالی پر توجہ رکھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام تمکینِ دین کے بارے میں مطمئن تھے لیکن ان کے ساتھ یہ وعدہ حرف 'أو' کے ساتھ ہوا تھا جس سے بظاہر یہی مقصود ہو سکتا ہے کہ آپ علیہ السلام کے دستِ اقدس پر یا پھر دوسرے خلفاء کے ہاتھوں اس تمکین کی تکمیل ہو گی۔

جب آپ علیہ السلام کا یہ حال ہے تو امام مہدی کس طرح اپنے لیے اس وعدے کی تکمیل کا اپنی حیات میں اطمینان دلا سکتا ہے کہ میں ہی امام مہدی ہوں اور میرے ہاتھ پر پوری دنیا پر اسلام کا جھنڈا لہرے گا اور میرے بارے میں پیشن گوئی ہوئی تھی، کیونکہ میری ذات میں صفاتِ شخصیہ، پیدائشی صفات، روحانی مدارک، باطنی مدارج اور رکن یمانی اور مقامِ ابراہیم کے درمیان بیعت میرے لیے ہوئی ہے۔

نہیں۔۔ نہیں۔ ہر گز! بلکہ امام مہدی ایک عبادت گزار اور مطیع وتابعدار عام مسلمان کی طرح زندگی گزاریں گے۔ ہاں البتہ امید اور خوف کے درمیان رہتے ہوئے امام مہدی اس زمانے میں کامل عبودیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہی آرزو کریں گے کہ شاید وہی امام مہدی ہوں گے جیسا کہ شاعر کا قول ہے:

أعلل النفس بالأمال أرقبها

ما أضيق العيش لو لا فسحة الأمل

یہاں یہ بات بھی جاننی ضروری ہے کہ امام مہدی کے ظہور کے بعد اگرچہ روم فتح ہوگا۔ لیکن کیا امام مہدی ہونے کے لیے یہ شرط لگانا ضروری ہے کہ مہدی تب حقیقی مہدی ہوگا جب اس کے ہاتھوں روم فتح ہوگا۔۔ نہیں، نہیں۔۔ ہر گز نہیں۔

بلکہ اگر صرف امام مہدی کے دور میں صلح حدیبیہ کی طرح واقعہ بھی ہو جائے اور کفر کے سر سے اپنے کفری نظام کی فوقیت کا نشہ اتر جائے اور کفار مسلمانوں کی ایسی قیادت کو تسلیم کرلیں، جو قرآن وسنت کے نظام کے لیے کفری طاقتوں سے مسلح طور پر بر سرِ پیکار ہو، تب بھی ہم کہہ سکیں گے کہ امام مہدی نے اپنے مہدویت سے بڑا حصہ لے لیا۔

اس دوران جس طرح صلح حدیبیہ میں آپ علیہ السلام کے ساتھ بعض صحابہ کرامؓ سے معاملہ سمجھنے میں بشری تقاضے کے مطابق بظاہر ذہنی عدم اطمینان کی صورت بنی جو بعد میں الحمدللہ ختم ہوئی، شاید امام مہدی کے ساتھ بھی ایسی ہی کچھ ہو مگر آپ صلی اللہ علیہ السلام نے وہی کچھ کیا جس کا حکم تھا تو صحابہ کرامؓ کو بعد میں حقیقت معلوم ہوئی اسی طرح امام مہدی کے ساتھ بھی اسی طرح ممکن ہے مگر جیسے نبی علیہ السلام کے لیے ہدایت کی تکمیل اور فتح کی بشارت دے دی گئی ایسی ہی امام مہدی کے لیے بھی ممکن ہو سکتا ہے۔

بیعت سے پہلے امام مہدی کے لیے بیعت کی دعوت اور اپنے آپ سے مہدویت کی نفی:

مگر ان تمام امور کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ بھائی صاحب! چونکہ آپ کے بدن میں مہدی کے نشانات ہیں، لہذا آپ اپنے آپ کو مہدی بھی نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی باہر نکل کر کسی کے نظر لگو، بلکہ گوشۂ مسجد یا خانقاہ وغیرہ میں خاموش

ہو کر جیو، اور امام مہدی کے بارے میں دعوت نہ دینا، بلکہ جب تک علمائے کرام خود چل کر آپ کے پاس نہ آئے، اس وقت تک روپوشی کی زندگی گزارنا لازمی ہے، وگرنہ پھر لوگ کہیں گے کہ اس شخص میں مہدی کے علامات بھی پورے ہیں اور یہ مہدی کی طرف لوگوں کو بلاتا بھی ہے لہذا اس میں تو شک کا شائبہ ہے، لہذا شکوک سے بچتے ہوئے پردۂ غیب میں رہنا ہی بہتر ہے، لیکن اگر اس بارے میں امام جعفر صادق کا یہ ارشاد بغور پڑھے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس جماعت کی حقانیت کی نشانی یہی ہو گی کہ اپنی ذات کی طرف لوگوں کو دعوت نہیں دے گی، بلکہ شخصیت مہدی کی نصرت کے لیے دعوت دے گی۔

عصر حاضر کی روشنی میں اگر ہم دیکھ لیں تو دعوت و تبلیغ کی دعوت کا منہج چھ نمبر اور مخصوص اسلوب دعوت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ ایسے ہی سلفی دعوت کا منہج مصطلح الحدیث اور اسانید کی تدریس وغیرہ ہے۔

جبکہ اخوان المسلمین، جماعت اسلامی اور جمعیت علمائے اسلام کا منہج سیاسی کوششیں اور انتخابات میں فتح حاصل کرنا ہے اور مدارس کی محنت درس نظامی کی تدریس اور مذکورہ بالا محنتوں کے لیے افراد سازی ہے۔ ایسے ہی تصوف سے وابستہ افراد کا منہج صرف اپنے مشرب، شیخ کی تربیت اور اس کے نقشِ قدم پر زندگی گزارنا ہے۔

اس تناظر میں اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر دینی محنت کے لوگ اپنی وضع کردہ ترتیب کی روشنی میں اسی محنت کو شش کو دین کی اعلیٰ محنت شمار کرتے ہیں جب کہ امام مہدی اور ان کے انصار امام مہدی کے منہج کی طرف دعوت دیں گے اور لوگوں کو نصرت مہدی کی طرف بلائیں گے، اس محنت میں نہ امام مہدی خود کو امام مہدی

کہیں گے بلکہ یہ تصور کریں گے کہ اگر کوئی دوسرا شخص ان صفات والا نظر آئے اور علمائے کرام اس پر متفق ہو جائے تو میں بھی اس کے انصار میں سے ہوں گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ظہور مہدی سے پہلے رائج دینی محنتوں میں کون سی محنت زیادہ توجہ دینے کا تقاضا کرے گا اور اس دور میں رائج جھنڈوں میں کون سا جھنڈا زیادہ راہ یاب ہو گا۔

توجواب یہ ہے کہ اس دور میں امام مہدی کا جھنڈا زیادہ راہ یاب ہو گا کیونکہ ان کا مقصد، خلافت کا قیام اور دین کے تمام شعبوں کی تکمیل اور احیاء ہو گا۔

باب سوم: مہدیٔ موعود کے حقیقی شرائط

فصل اول: امتِ مسلمہ کے عظیم مجدد و مجتہد (امام مہدی علیہ الرضوان) کے فطری اوصاف کا ایک تعارفی جائزہ

1-جمہوریت، بادشاہت اور ڈکٹیٹر شپ میں عوام کے حقوق اور انصاف کی بات کی جاتی ہے، مگر در حقیقت یہ تمام دعوے عملی جامہ میں نہیں آتے، بلکہ صرف الفاظ کی حد تک صرف دعوے ہی دعوے ہوا کرتے ہیں اور اگر بالفرض عملی جامہ پہن بھی لیں، تو یہ اللہ کے عدل کا مظہر بن کر ظاہر ہو گی، اور اللہ تعالی کے صفتِ عدل کا مظہر رسول اللہ ﷺ اور حضراتِ خلفاء میں بطریقہ اتم موجود تھا، جس کا عملی نمونہ آپ ﷺ نے امت کو کر کے سکھایا کہ اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے، تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

2-پیغمبر کی نفسانیت عالمی، ہمہ گیر اور عالمگیر ہونے کے ساتھ ساتھ وسعت صدری، طویل الصبری، عظیم الحلم اور عفو و در گزر کا بہت بڑا مصدر تھی۔

ان تمام صفات میں مخلوق کے ساتھ اُلفت و محبت، شرک و بدعات سے اجتناب، رضائے الٰہی اور عالی ہمتی ان نمایاں اوصاف میں سے ہیں، جن کی پہچان اگر صدیوں بعد انسانیت کے لیے مشعل راہ ہونے کی وجہ سے تاریخ کے صفحات میں تابندہ اور روشن ہیں تو یہ بات بدیہی ہے کہ اُس دور میں گرد و پیش کے اکثر لوگ ان سے واقف اور مصدر اصلی ہونے کی وجہ سے منبعِ حق شمار کرتے تھے۔ انہی اوصاف کے کمالی نے اکثر پیروکاروں کو بامِ عروج تک پہنچادیا۔

3-سیرت نگاروں اور مفسرینِ قرآن کے نکاتِ علمیہ میں یہ بات واضح ہے کہ حضراتِ انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات عقابی نگاہ کے مالک، روحانی بصیرت سے بہرہ ور، قلبی بصیرت سے معمور اور رجالِ کار کے پہچاننے کا دور رس تجربہان کے پاس اپنی فکری وسعت اور دل ودماغ کی نورانیت کی وجہ سے تھا۔

ان میں بیک وقت نرمئ گفتگو اور گرمئ مزاج سے آراستگی، امت پر دلی شفقت مگر ظالموں پر سختی، جب کہ معاملہ میں صداقت اور اعصاب کی مضبوطی، فکر وسوچ میں زیرکی اور بصیرت وبصارت میں اپنی مثال آپ تھے۔

نہ تو نرمئ گفتار کی وجہ سے ان میں کمزوری کا پہلو در آتا تھا اور نہ ہی گرمئ انداز کے بل بوتے ظلم کا شائبہ تھا۔

تاہم ظالموں پر سخت، مگر اپنوں کے لیے نرمی، صدقِ قول وفعل کے غازی، لوگوں کے دلوں پر راج کرنے اور ان کی زبانوں سے محبت کے مُنادیٰ شخصیات کے مالک تھے۔ان تمام سے بڑھ کر دل کی صداقت، زبان کی لطافت، چہرے پر آنچ نہ آنا وغیرہ وغیرہ کئی ایسے یکتا صفات ہیں، جن کی بیک وقت مرقع فرد نہ تو اپنوں سے چھپا رہ سکتا ہے اور نہ ہی غیروں کی نظروں میں تادیر قائم رہ سکتا ہے۔ ختم نبوت کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے، لیکن کارِ نبوت وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ امت کے کئی افراد سے ادا کرتے رہتے ہیں۔

چونکہ علمائے کرام انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے وارث ہوتے ہیں اور علمائے کرام میں مجتہد کی شان سب علماء سے اونچی ہوا کرتی ہے، جب کہ مجدد کا مرتبہ کئی مجتہدین کے برابر ہوتا ہے اور امام مہدی علیہ الرضوان اولیائے کرام کے محبوب اور

علمائے عظام کے مطلوب ہوں گے، لہذا ظاہر ہے کہ ان میں مذکورہ بالا تمام اوصاف اسی طرح پائی جائیں گے، جس طرح حضرات خلفائے راشدینؓ میں موجود تھیں۔ جیسے ہی حضرت عمرؓ کے بارے میں فرمای گیا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا، تو وہ عمرؓ ہوتے، لیکن نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نزولِ وحی کے علاوہ دیگر نبوی اوصاف اور قیادت وسیادت کی صفات اس امت کے خلفائے راشدین اور ان کے مجتہدینِ و مجددین کو عطا ہوئے ہیں۔اور امام مہدی علیہ الرضوان تمام گذشتہ مجددین اور مجتہدین کی خاتم ہوں گے، جس طرح ان کے نانا ﷺ تمام انبیائے کرام کے خاتم تھے۔اس سے ثابت ہوا کہ امام مہدی میں گذشتہ مجددین و مجتہدین کے صفات واوصاف کامل طور پر موجود ہوں گے۔ جب کہ مجددین و مجتہدین کے بنیادی اوصاف میں شریعت کی کامل اتباع، ظاہری خوبیاں اور باطنی بصیرت وبصارت نمایاں ہیں۔

اسی طرح حق گوئی، قرآن وحدیث کے نظام کا نفاذ اور باطل کے مقابلے میں ہراول دستے میں پیش پیش ہوا کرتے تھے۔ توامام مہدی علیہ الرضوان بھی مذکورہ خوبیوں کے عروج تک پہنچی ہوئی شخصیت ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ حق گوئی کے جرم میں امام مہدی علیہ الرضوان حاکمِ وقت کو مطلوب اور مخلوقِ خدا کا ممدوح ، جیل کی سلاخوں اور کفار کے اشاروں پر چلنے والی حکومتوں سے بفضل الہی نجات پاجائیں گے۔

مگر اس کے ساتھ ساتھ اپنی سادہ لوحی، سلالت بیانی، کم گوئی، ہاشمی صفات اور خدائی موعود اوصاف کی وجہ سے ہر دلعزیز اور منظور نظر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔

فصل دوم مہدیٔ موعود کی اہم شرط: اولوالعزم شخصیات کی صفات کا مجموعہ

نوع اول: یوں تو رحمتِ خداوندی کا انتخاب نہ لگی بندھی قوانین کا محتاج ہے اور نہ ہی مسلمہ حقائق کے تابع، لیکن فطری اصولوں اور عقلی دلائل کی روشنی میں اللہ تعالی بعض ودیعت رکھی گئی اور پیدائشی صفات، مخلوق میں رہتے ہوئے کامل اخلاق اور مصائب و تکالیف اور معرکہ خیر و شر میں عمدہ اوصاف کا نمونہ پیش کرتے ہوئے اسی انتخاب الٰہی کے لیے اپنے آپ کو اہل ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے، تاہم خدائی عطا جسے چاہتی ہے اسے منتخب کرتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نہ تو اپنی کوشش سے کوئی شخص نبی یا رسول ہو سکتا ہے اور نہ ہی اولیائے کرام کے مراتب پر فائز ہونے کے لیے چند صفات کا تصنع کام دے سکتی ہے۔ لیکن کرنے کو رب کونین جو کرنا چاہے، وہی کر دکھاتا ہے، چنانچہ حضرت عمرؓ رسول انور ﷺ کا خون کرنے گئے، مگر دولتِ اسلام سے مشرف ہو کر 39 نمبر پر اسلام لائے اور وہاں سے ہوتے ہوئے دوسرے نمبر پر آ گئے اور خلیفۂ دوم کہلائے۔ ہاں البتہ اگر بغور دیکھا جائے تو رسول اکرم ﷺ نے دعاء فرمائی تھی کہ اے اللہ! ابو جہل اور عمر میں سے کسی ایک کے ذریعے اسلام کو تقویت عطا فرما اور یہ دعا حضرت عمرؓ کے حق میں قبول ہو گئی۔

بعثت سے پہلے الٰہی انتخاب کی وجہ سے انبیائے کرام نبوت سے پہلے اور بعد میں ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔ یہی الٰہی انتخاب انہیں اہل ٹھہراتی ہے، اس کے ساتھ چند دیگر وجوہات بھی ہو سکتی ہیں:

چونکہ نبی و رسول کے علاوہ کوئی انسان معصوم نہیں ہو سکتا، اس لیے ولی بننے کے لیے

خدائی انتخاب کی اہلیت ثابت ہونے کے لیے کبائر سے اجتناب اور صغائر پر عدمِ اصرار شرط ہے۔

تاہم عام لوگوں کے مقابلے میں گناہوں سے دور، ہر آن وہر گھڑی اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے مصروف اور اس کی تقدیر پر راضی شخص ہی ولی ہو سکتا ہے۔

علمائے کرام سے علمی مزاج اور زاویۂ نگاہ کی وسعت، نبوی چشمۂ علم سے سیر ابی، ہدایت کے راستوں کا شناور، قیادت کے اوصاف کا مرقّع اور اُمت کے درد میں مغموم چند ایسی صفات ہیں، جن کی وجہ سے یہ بات بظاہر کافی پریشان کن معلوم ہوتی ہے کہ امام مہدی کسی کمزور، بے ہمت، ضعیف لاچار عام انسانوں کی طرح گناہ گار، سیاست سے ناواقف اور ظاہری و باطنی معاصی میں مبتلا شخص ہوگا، جس کو پہلے سے نہ تو جہاد کے میدان سے شناسائی ہوگی اور نہ ہی روحانیت سے پلہ ہوگا۔

بلکہ امام مہدی علیہ الرضوان ایک نمایاں عظیم استعداد کا حامل آدمی ہوگا، جن کی شخصیت میں مندرجہ بالا صفات کی ہمہ گیری اور ان کا نکھار زندگی کے مختلف مراحل میں قدم بقدم مکمل ہوگا۔ تاہم ان اوصاف سے یہ بات ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ حضراتِ متاخرین کی طرح کوئی عبقری، مافوق الفطرت استعداد اور متعدد علوم کا مجتہد اور ہر میدان میں اپنی مثال آپ ہوگا۔ نہیں، نہیں.. ہرگز نہیں۔

بلکہ حضراتِ متقدمین کی طرح تفسیر وحدیث اور سنت کے بنیادی اہم نکات میں کافی مہارت ہوگی۔ ایسے ہی فقہی اور شرعی علوم میں بھی مستند علمی استعداد ہوگی۔

ان مذکورہ تشریحات کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوئی کہ امام مہدی علیہ الرضوان کا نام فُساق وفجار کے ظاہری یا باطنی فہرست میں داخل نہ ہوگا کیونکہ پھر تو علمائے امت کا

ان کی خلافت کے بارے میں اتفاق ناممکن ہو گا کیونکہ عام طور پر اللہ کی مخالفت کی وجہ سے علمائے کرام ظاہری اعتبار سے ان سے نفرت کرتے ہوں گے۔

لہذا امام مہدی کا مرتبہ کم از کم ایسی شخصیت کو ملنا چاہیے، جو ظہور کے بعد اُمت کے علماء اور عوام کا نکتۂ اتفاق ثابت ہو۔

حاصلِ کلام: گذشتہ کلام سے امام مہدی علیہ الرضوان کی شخصیت کے بارے میں چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ درد مندوں کا مداوا اور مظلوم و مجبور امت کی تڑپ وہی شخص محسوس کر سکتا ہے، جو خود ظلم ستم کا شکار ہوا ہو اور غربت کی حالت میں اپنوں کے درد اور پیاروں کے فراق کا نشانہ بنا ہو۔

۲۔ اسی وجہ سے مہدی ناز و نعمت میں پلا ہوا، عیش و آرام کا رسیا اور لذت و سکون کا دلدادہ نہیں ہو گا۔

۳۔ ایسے ہی حکام و اغنیاء سے مراعات کا حاصل کرنے والا آرام و اطمینان کی زندگی بسر کرنے والا آدمی نہیں ہو گا۔

۴۔ بلکہ حزنِ یعقوبی کا شعور رکھنے والا ایسا شخص ہو گا جو اولاد کی جدائی کا درد آزمانے والا صاحبِ قلب اور غمِ یوسفی کے جذبات کا حامل ایک قیدی شخص ہو گا، جس کو حاکمِ وقت نے "حبسِ بیجا" کا نشانہ بنایا ہو گا۔ صبر ایوبی کا نمونہ اور ان کی طرح بطورِ امتحان "امراضِ جسمانیہ" کا شکار ہو گا۔

۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح یہود کے سحر سے مسحور اور خاندانِ نبوت کا چشم و چراغ ہو گا۔

۶۔اپنے ہی اہلِ وطن کے ظلم کا نشانہ بننے والے مسلمانوں کی طرف سے بے رخی اور الزامات کا مخاطب شخص ہو گا۔

۷۔آپ علیہ السلام کی طرح مکہ مکرمہ میں پیدائش اور یمن کی طرف ہجرت کیا ہوا ہو گا۔

۸۔امام علی زین العابدینؒ کی طرح اپنے باپ سیدنا حسینؓ کے غم میں نڈھال بوڑھے باپ، بھائیوں، گھر بار اور اہل و عیال کے تمام افراد اور بیوی بچوں سمیت قید میں زندگی بسر کی ہو گی۔

۹۔ ظلم کی تپش میں جلا ہوا، تہمتوں کا ہدف اور قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنے والا فرد ہو گا۔

امام مہدی علیہ الرضوان کے بارے میں مذکورہ بالا علامات کی دلیل:

مذکورہ بالا علامات کے بارے میں احادیث مبارکہ کا ذخیرہ دیکھا جائے، تو ان میں یہ نشانیاں نمایاں طور پر بیان ہوئی ہیں:

ا۔ایک مرتبہ نبی کریم علیہ السلام نے بنی ہاشم کے نوجوان لڑکوں کو دیکھا، آپ ﷺ کے آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئی اور فرمایا:

«إنا أهل بيت اختار الله لنا الآخرة على الدنيا، وإن أهل بيتي سيلقون بعديبلاء وتشريدا وتطريدا، حتى يأتي قوم من قبل المشرق معهم رايات سود، فيسألون الخير، فلا يعطونه، فيقاتلون فينصرون، فيعطون ما سألوا، فلا يقبلونه، حتى يدفعوها إلى رجل من أهل بيتي فيملؤها قسطا، كما ملئوها جورا۔ سنن ابن ماجہ، باب خروج المہدی، رقم: ۴۰۸۲، ج۲ ص۱۳۶۶۔

ترجمہ: ہم اہل بیت کے لیے اللہ تعالی نے دنیا کے مقابلے میں آخرت کو پسند کیا ہے، اور میرے اہلِ بیت کو میرے بعد مصیبتوں اور پریشانیوں، جلاوطنی اور دھتکارنے کا سامنا کرنا پڑے گا، حتی کہ آخری زمانے میں مشرق کی طرف سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے جو خلافت کے لیے کھڑے ہوں گے، لیکن انہیں یہ حق نہیں دیا جائے گا، تو اس کے حصول کے لیے وہ باقاعدہ قتال شروع کریں گے اور کامیاب ہوں گے اور انہیں حقِ خلافت دیا جائے گا لیکن وہ خود اسے قبول نہیں کریں گے، بلکہ میرے ہی اہلِ بیت میں سے ایک شخص کو یہ حقِ خلافت دیں گے، جو روئے زمین کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دے گا، جس طرح ان سے پہلے ظلم وستم سے یہ بھر چکی تھی۔

۲۔عن علي، قال: «يبعث بجيش إلى المدينة فيأخذون من قدروا عليه من آل محمد صلى الله عليه وسلم، ويقتل من بني هاشم رجال ونساء، فعند ذلك يهرب المهدي والمبيض۔الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۹۲۳، ج ۱ ص ۳۲۳۔

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک لشکر مدینہ کی طرف بھیجا جائے گا اور وہ محمد علیہ السلام کے تمام اہلِ بیت کو گرفتار کر کے لائیں گے اور بنو ہاشم کے سارے مرد وعورتوں قتل کریں گے، مگر اس دوران امام مہدی اور اس کے ساتھ مبیض موقع پا کر بھاگ جائیں گے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ خاندانِ بنو ہاشم کا چشم وچراغ یعنی امام مہدی بھی ان سخت تلخ حقائق کا سامنا کرے گا، تاکہ امت کا حقیقی درد نصیب ہو کر ان کا مداوا بن سکے اور شہد ودودھ کی طرح میٹھا اور لذیذ معاملہ کر سکے۔

نوعِ دوم: امام مہدی کی پہچان کی واضح اور حقیقی علامت: دعوتِ مہدویت اور ہجرت

گذشتہ تحقیقات اور مندرجہ ذیل امور کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جائے گی کہ امام مہدی کی دیگر علامات کی طرح اور دوسری واضح علامت "دعوتِ مہدویت" اور "ہجرت" ہوگی، دیگر اوصاف کے ساتھ ساتھ ان دو اہم اور نمایاں صفات کی وجہ سے وہ امام مہدی کے مرتبے پر فائز ہوں گے۔

موضوع سے متعلق چند اہم سوالات:

۱۔ امام مہدی کے بدن پر تل کے نشانات، کشادہ دانت، میانہ قد، معتدل باریک ناک اور دیگر علامات کیا ان کے علاوہ کسی اور کو معلوم ہو سکتے ہیں؟

۲۔ کیا ان علامات کو اپنے اندر پانے کی وجہ سے کیا ان کے ذہن میں لاشعوری طور پر اپنے مہدی ہونے کے بارے میں سوال ہوگا یا نہیں؟

۳۔ جب تک کوئی شخصیت خود اپنے بارے میں امام مہدی ہونے کے بارے میں یقین تک نہ پہنچا ہو، تو دوسرے لوگوں کے کہنے سے کیا اس کا یقین ہو سکے گا؟ لہذا اپنے بدن میں موجود علامات اور اپنے ساتھ ہونے والی وقوع پذیر حالات کی وجہ سے خود ان کو اپنے مہدویت پر غالب گمان ہوگا، تب جا کر دیگر لوگوں کے بیعت سے انہیں یقین ہو جائے گا یا نہیں؟

۴۔ کیا ان علامات کو دیکھتے ہوئے انہیں مہدویت کے مرتبے پر فائز ہونے کا شوق یا کم از کم طمع ہونے سے ان کا مہدی موعود ہونا ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۵۔امام مہدی کو بادشاہِ وقت کی طرف سے ظلم و ستم کا نشانے بننے، حکام کی جانب سے امام مہدی کے والدین، ان کے بیوی بہن اور بچوں سمیت خاندان کے کئی دسیوں تمام چھوٹے بڑے افراد کا قید و بند کا نشانہ بننا اور قید کے دوران امام مہدی کا حتی الموت مار و پیٹ کا نشانہ بننے کے بعد ان کے ساتھی نفسِ ذکیہ کا زہریلا کھانے کی وجہ سے قتل ہو جانا، کیا امام مہدی کو اس بارے میں تحریک شروع کرنے یا کم از کم امام مہدی مبہم کے انصار میں سے ہونے کا داعیہ پیدا نہیں کر رہا ہو گا؟ جب کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مہدی علوم پر کافی دسترس رکھیں گے اس وجہ سے انہیں کافی علوم میں مجتہدانہ استعداد کی بصیرت کا امین سمجھا جاتا ہے۔ تو کیا امام مہدی کے اوصاف انہیں معلوم نہیں ہوں گے؟

۶۔جب امام مہدی روایات میں ذکر کی گئی تمام علامات اپنے اندر پائے اور احادیث میں ظہورِ مہدی کے زمانے کے علامات اپنے زمانے میں موجود دیکھے اور امام مہدی کے بارے میں احادیث میں بیان کی گئی نشانیاں اپنے خاندان اور اہل و عیال پر ظلم و ستم کی داستانِ خونچکاں کے مناظر خود اپنی آنکھوں سے مکمل ہوتا ہوا دیکھ لیں اور پھر بھی ہاتھوں پہ ہاتھ دھرے بیٹھ جائیں اور انکار کر کے امتِ مسلمہ کے حالت زار کا رونا روتے ہوتے قیامِ خلافت کے لیے محنت نہ کرے تو اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟

مذکورہ بالا سوالات کے جوابات:

یقیناً امام مہدی کی بلند استعداد سے یہ بات بہت بعید معلوم ہوتی ہے کہ آپ ان سب حالات کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی یوں خاموش تماشائی بیٹھے اسباب کے استعمال سے جان کترائی کر کے نعرۂ غیبی کا منتظر رہیں گے؟ یہ خام خیالی دنیا کے ہر صاحب استعداد

سے دور از کار عمل معلوم ہوتی ہے، چہ جائیکہ کہ مجتہدِ اعظم کے مرتبے پر فائز انسان ایسا ہی ہو۔ لہذا تمام انبیائے کرام کا بنیادی فریضہ یعنی اللہ تعالی کی عبودیت، سنت طریقوں کی دعوت اور ان کے نفاذ کے لیے عملی طور پر ترکِ وطن اور ہجرت کرنا ابتدائی شرط ہے، جس کے بعد بیعتِ امامت اور بیعت علی الجہاد کر کے اسلامی نظام کے قیام کو عملی جامہ پہنایا جائے گا۔

فصل چہارم امام مہدی کی نمایاں روحانی صفت: ولایتِ کبریٰ

امام مہدی کی ایک ایسی صفت جو دنیا بھر کے ایک انسان میں نہیں پائی جائے گی اور نہ ہی امام مہدی سے پہلے یا اس زمانے میں جھوٹے مدعیانِ مہدویت میں وہ صفت پائی جائے گی اور وہ صفت مرتبۂ ولایتِ کبریٰ ہو گا۔

ولایت کبریٰ کا مطلب یہ ہے کہ امام مہدی ظاہری شریعت کا مکمل تابعدار اور دل میں امت کا درد رکھتے ہوئے عبودیتِ الٰہی کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوں گے اور عبودیتِ الٰہی کا اعلیٰ مرتبہ ظاہری غفلت اور باطنی غفلت کا ختم ہونا ہے، یعنی کوئی شخص عبودیت کے ادنی مرتبے تک ظاہری یا باطنی غفلت کے ہوتے ہوئے نہیں پہنچ سکتا۔ اور ظاہری و حسی غفلت سے مراد یہ ہے کہ سوتے وقت انسان کا دل اس کے کنڑول میں نہیں ہوتا۔

اور باطنی غفلت سے مراد یہ ہے کہ انسان کا دل اللہ تعالی کی یاد سے غافل ہو جائے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ولا تطع من أغفلنا قلبه عن ذكرنا اور ہر ایسے شخص کی پیروی مت کریں جس کا دل ہمارے ذکر اور یاد الٰہی سے غافل ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب انسان کا دل اللہ تعالی کے ذکر اور اس کی یاد سے غافل ہو تو اگر چہ وہ آدمی سویا ہوا نہ ہو، لیکن وہ آدمی باطنی اور معنوی طور پر سویا ہوا ہے کیونکہ جاگتے ہوئے بھی وہ آدمی اللہ کو نہ زبان سے یاد کر رہا ہے اور نہ اس کا دل اللہ تعالی کی یاد میں مشغول ہے۔

ذکر کردہ آیت کی رو سے بعض لوگ زندہ ہو کر بھی مردوں کا جینا جی رہے ہوتے ہیں کیونکہ ان کا دل اللہ تعالی کی یاد سے غافل ہوتا ہے اور بعض لوگ مر کر بھی اَمر ہوتے ہیں اور زندوں کی سی زندگی گزار رہے ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون۔ اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کو مرے ہوئے نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ اور نہ ذکر کرنے والا مردہ ہے۔ اور زندہ و مردہ کا مرتبہ شریعت میں ایک جیسے نہیں ہوتا، چنانچہ فرمایا: وما یستوی الأحیاء ولا الأموات یعنی زندہ لوگ مردوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔

احادیثِ مبارکہ میں ظاہری غفلت یعنی نیند سے بیدار ہونے کا انداز:

بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ سونے کے بعد شیطان انسان کے گردن پر تین گرہ لگا کر چلا جاتا ہے اور ہر گرہ پر سستی کا دم پھونک دیتا ہے کہ اے بنی آدم! ابھی کافی رات باقی ہے آرام سے سو جاؤ۔ اب جب انسان اٹھ جاتا ہے تو وہ سستی کا پہلا گرہ کھل جاتا ہے اور جب دعا پڑھ کر وضو کرتا ہے تو دوسرا گرہ بھی کھل جاتا ہے اور جب نماز ادا

کرتا ہے تو اس کے بعد تیسرا گرہ بھی کھل جاتا ہے اور یہ آدمی چست ہو کر اپنے ایک مبارک دن کا آغاز کرتا ہے۔ لیکن اگر ان میں سے جتنے امور میں کوتاہی کرتا ہے تو اتنا ہی اس کے لیے یہ دن اتنی ہی نامبارک اور منحوس ہو جاتی ہے۔ شیطانی سحر کا پہلا خاتمہ اس حدیث میں خوابِ غفلت سے اٹھنے پر موقوف کیا گیا اس کے بعد ذکر اور نماز کا تذکرہ ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ جاگنا ہی شیطان سے بچنے کا اور رحمان کے بندوں میں شامل ہونے کا پہلا زینہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نیند میں ظاہری اور حسی غفلت کی وجہ سے انسان کا روح جزوی طور پر اللہ تعالیٰ اپنے قدرت میں لے کر اس انسان کے قبضے سے لیتا ہے، چنانچہ فرمایا: اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخریٰ الی اجل مسمیٰ۔ یعنی جب انسان نیند سے اٹھتا ہے تو اس کو اپنا روح واپس دے دیا جاتا ہے۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں باطنی اور معنوی غفلت سے نکلنے کا انداز:

جب کسی کو اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کا شوق ہوتا ہے تو پہلے اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کے لیے غفلت کی گذشتہ زندگی سے توبہ تائب ہو کر اپنے باطن کو یادِ الٰہی سے بیدار کرتا ہے۔ تو شیطانی طلسم کا گرہ اس سے دور ہونا شروع ہو جاتا ہے، اس کے بعد جب ظاہری اور باطنی ناپاکی سے اجتناب شروع کرتا ہے اور یادِ ربانی میں مشغول ہو جاتا ہے، تو اس کے بعد قربِ الٰہی کے موانع ختم ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور اس کا دل اللہ کی یاد میں مصروف ہو کر شیطان کے دوسرے اور تیسرے سحر سے بھی نکل جاتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا حقیقی بندہ ہو جاتا ہے۔

ظاہری حسی غفلت اور باطنی معنوی غفلت میں فرق:

پہلا فرق: آدمی جب نیند سے بیدار ہو کر ذکر وضو اور نماز پڑھتا ہے، تو اگرچہ ظاہری غفلت سے نکل آتا ہے مگر باطنی غفلت سے نکلنا صرف اس سے نہیں ہوتا، بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی نیند سے بیدار ہوتا ہے لیکن باطنی غفلت میں پھر بھی مدہوش ہوتا ہے اور ذکر کرتے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے یاد الٰہی سے دل غافل ہوتا ہے اگرچہ بظاہر بدن یادِ ربانی میں مصروف ہوتا ہے۔

دوسرا فرق: ظاہری غفلت یعنی نیند میں انسان کے گردن پر شیطان لمبی نیند اور رات کے طوالت کا دھوکہ دے کر اسے سلاتا ہے اور حقیقت سے غافل رکھتا ہے، مگر باطنی غفلت میں خواہشات کو ضروریات بنا کر اور مستقبل کی لمبی امیدیں اور اعمال نہ کرنے کے لیے طویل عمر کو بہانہ بنا کر پیش کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی میں اسی نکتہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: فطال علیهم الأمد فقست قلوبهم وكثير منهم فسقون یعنی شیطان نے ان کے لیے لمبی امیدوں کی طوالت کا جھانسہ دے کر ان کے دلوں کو غافل بنا کر سخت کر دیا اب ان میں زیادہ لوگ فاسق ہیں۔

ان دونوں فرقوں کا حاصل یہ ہوا کہ انسان عبادت میں مصروف ہو کر بھی بسا اوقات دل کی دنیا میں یاد الٰہی سے غفلت ہٹانے اور قلب کو متنبہ کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا کیونکہ انسان کو نفسانی خواہشات اور لمبی لمبی امیدوں اور طویل زندگی میں کھو کر اللہ تعالیٰ سے غافل رکھنے کے لیے شیطان ٹال مٹول کی پالیسی اپناتا ہے۔

شیطانی طلسم کے اس جھانسے میں بسا اوقات قبر میں پاؤں رکھنے والا معمر بوڑھا شخص بھی کھیل کود اور دنیاوی عیش و عشرت کو اعمال کے مقابلے ترجیح دیتا ہے اگرچہ

ظاہری آثار اس کے سامنے موت اور دنیا سے رخصتی کے ہوتے ہیں، مگر حدیث میں اس بوڑھے کے دل کو دنیا کی محبت اور لمبی امیدوں میں جوان رکھتا ہے فرمایا: لا یزال قلب الكبير شابا في اثنتين: حب الدنيا، وطول الأمل۔أخرجه البخاري۔

شیطان کے باطنی غفلت سے نکلنے کا راستہ:

قرب الٰہی کے مراتب پانے کے لیے ظاہری غفلت سے نکلنے کے ساتھ ساتھ باطنی غفلت سے باہر آنا ہی پہلا زینہ ہے، اسی حقیقت کو لے کر جب کوئی بندہ اپنے باطن کو اللہ کی طرف متوجہ کرتا ہے اور غفلت کی زندگی کو خیر باد کہتا ہے تو اس انسان کا دل ذکر وعبادت کے انوارات کو حقیقی طور پر قبول کر لیتا ہے اور قرب الٰہی کے مراتب کو پانے کے لیے راہِ حق کا مسافر بن سکتا ہے اس طرح 'ظاہری غفلت' سے بیداری کی طرح 'باطنی غفلت' سے بیداری کی صورت میں انسان کو روح کا حقیقی صورت دیا جاتا ہے اس کے بعد انسان ہر وقت موت کو اپنے سامنے رکھ کر دنیا سے بے التفاتی کا معاملہ برتتا ہے، جس کی وجہ سے یہ آدمی زندہ ہو جاتا ہے۔ویرسل الاخریٰ الی اجل مسمی۔

ایک دوسری آیت میں فرمایا: وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان اور ایسے ہی ہم نے آپ کو اپنی جانب سے روح دے دیا حالانکہ اس سے پہلے نہ تو آپ کتاب سے واقف تھے اور نہ ایمان سے۔اور دوسری جگہ فرمایا: اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منه انہی لوگوں کے دلوں میں اللہ نے ایمان رکھ دیا اور ان کی تائید جبرئیل امین روح القدس سے کی گئی۔

اسی تحقیق کی طرف علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب مدارج السالکین بین ایاک نعبد وایاک نستعین میں فصل ایاک نعبد میں کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں:واول منازل العبودية اليقظة: وهو انزعاج القلب من روعة الغفلة۔ عبودیت کے مراتب میں پہلا مرتبہ غفلت سے جاگنا ہے اور وہ دل سے غفلت کی روگ کو ختم کرنے کا نام ہے۔ باطنی اور حسی بیداری کے کئی مراتب ہیں۔

باطنی بیداری کے مراتب:

باطنی بیداری میں سب سے اعلیٰ مرتبہ سید الرسل علیہ السلام کا ہے جیسا کہ حدیث میں فرمایا ان عيني تنامان ولا ينام قلبي یعنی میری آنکھیں تو سوتیں ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا، کیونکہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا دل ظاہری اور حسی غفلت کے اثرات سے بھی پاک تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ السلام کا نیند ناقض وضو نہیں تھا جب کہ دیگر انسان جب سو جاتے ہیں تو ان کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ عام انسان نیند کی حالت میں اپنے بدن سے غافل ہو جاتے ہیں لیکن نبی کریم علیہ السلام نیند میں بھی بدن سے تو کیا اپنے رب سے بھی غافل نہیں ہوتے تھے، بلکہ ان کے ساتھ ہم کلام ہوتے ہیں۔

باطنی بیداری میں سب سے اہم حصہ بے قراری، بے چینی، غمِ امت، حزنِ عالم اور توحیدِ ابراہیمی کی بستی میں ہر طرف کفر و شرک کا دور دورہ۔۔ نبی کریم علیہ السلام کے دل کو لوگوں سے دوری اور عزلت نشینی پر مجبور کر کے آپ کے دل کو دردِ عالم کے ذوقِ مزید کو نکھار دینا تھا اس لیے آپ علیہ السلام کئی کئی راتیں غار حراء میں ہوتے تھے۔

سید الرسل علیہ السلام کی قلبی بیداری کا سبب:

آپ علیہ السلام کا دل نیند کی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتا تھا اس کی وجہ صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بعثت سے پہلے اور بعد میں پاک ہونا ہے، جب کہ ایک حدیث میں فرمایا: "کہ ہر ایک انسان کے پاس شیطان ہوتا ہے لیکن مجھے اللہ تعالیٰ نے اس پر غلبہ دیا ہے"۔

اور ظاہری اسباب کو اگر دیکھا جائے تو شقِ صدر میں شیطانی تصرفات کے حصے کو دھو کر ختم کرانا اور پہلی وحی کے دوران جبرئیل امین کی جانب سے نبی کریم علیہ السلام کو اپنے قریب کر کے آپ کے بدن مبارک کو زور دے کر "اقرأ" کا مطالبہ کرنا اس کا بنیادی عنصر ہے، جیسا کہ حدیث میں فرمایا: جاء جبرئیل فغطنی ثم أرسلنی حتی ظننت أنه الموت یعنی جبرئیل نے مجھے اپنے قریب کر کے اپنے جسم کو میرے جسم سے ملایا اور زور دے کر پھر اپنے جسم کو مجھ سے دور کر کے چھوڑ دیا، یہاں تک کہ مجھے اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ پھر کہا "اقرأ" یعنی پڑھو تو میں نے کہا کیا پڑھوں فضمنی ثم کشطه عنه ان الفاظ کی زیادتی ابن اسحق کی روایت میں ہے۔

اس حدیث میں "کشط" کا لفظ ذکر کیا گیا ہے اور "کشط" کہتے ہیں اونٹ کی کھال کو اس کے گوشت سے جدا کرنا۔ واذا السماء کشطت یعنی آسمان کا چھلکا کائنات کے نقشے سے زور کے ساتھ کھینچنا۔

اس تناظر میں ثم کشط عنی کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت جبرئیل کا جس طرح جسم میرے جسم سے مل جاتا اور پھر جدا ہوتا ایسے ہی آپ کے باطنی اور معنوی احساسات

کے ساتھ بھی حضرت جبرئیل کے باطنی و معنوی احساسات مل کر زور پکڑتے اور پھر یکدم تیزی سے جدا ہو جاتے تھے۔

جس کی وجہ سے نبی کریم علیہ السلام ہر مرتبہ دوبارہ ملنے کی خواہش کرتے ہوئے فرماتے "ماذا اقرأ" تو جبرئیل امین پھر ملاتے اور کہتے "اقرأ"۔۔اس دوران نبی کریم علیہ السلام کو موت کی سی حالت محسوس ہونے لگی اور گویا دنیا سے رخصتی قریب ہو گئی، اسی صورت حال نے کامل حیات کا درس دے کر باطنی بیداری کی تسلسل کی انتہا فرمادی اور آپ پر پہلی وحی اتری۔ یعنی ظاہری اسباب کے درجے میں جبرئیل امین کی طرف سے زور دے کر ظاہری اور باطنی حیات کے لیے اور وحی کے کمالات کے ادراک کو کما حقہ پانے کے لیے یہ ترتیب ربانی نظام کا حصہ تھی۔ اس وجہ سے فرمایا: وان كنت من قبله لمن الغافلين یعنی جبرئیل کے ان تین مرتبہ ظاہری اور باطنی زور کے بعد امت کا غم اور وحی کو لوگوں تک پہنچانا آپ کا مقصد حیات بن گیا اور اس کے بعد آپ علیہ السلام کا خواب بھی بیداری والا بن گیا کہ آنکھیں تو سو رہی ہوں گی مگر دل باقاعدہ جاگتا رہا ہے کیونکہ آپ کا روح اب ہمیشہ کے لیے جاگ گیا تھا۔

چونکہ مردے بھی غفلت سے بیدار ہونے کے لیے قبر کے جھٹکے اور زور سے ظاہر و باطنکو ملانے کے محتاج ہوتے ہیں، تاکہ باطنی تصرفات، سزاؤں کا احساس اور جنتوں کے لذتوں کا ادراک کر سکیں، چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے: الناس نيام فإذا ماتوا انتبهوا کہ سارے لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں لیکن جب مر جائے تب زندہ ہو جاتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ مردوں کو کون سی چیز زندہ کراتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ انہیں قبر کے جھٹکے اور وہاں کا زور بیدار کراتی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ابن حبان اور طبرانی نے نقل کیا ہے کہ للقبر ضغطة لو نجا لنجا منها سعد بن معاذ قبر میں ہر شخص کو زور کا جھٹکا اور باہمی ملاپ کا سامنا کرنا ہوتا ہے اگر کوئی اس سے بچ سکتا تو سعد بن معاذ ضرور اس سے نجات پاتا، مگر سعد بن معاذؓ بھی چونکہ اس سے نہیں بچ سکا لہذا اس جھٹکے سے دنیا بھر میں کوئی بھی نہیں بچ سکے گا۔

کیونکہ دنیا میں اللہ تعالی اور اس کی رسول کے مرضی کے مطابق بروقت حق اور سچ فیصلوں کی وجہ سے بیداری کا ثبوت دے کر انہوں نے یہ مرحلہ طے کیا تھا۔ تاہم یہ بیداری مطلوبہ اخروی مراحل کی بیداری کے نصاب سے کم تھی اس لیے سعد بن معاذؓ کو بھی قبر کے جھٹکے کی ضرورت ہوگی۔

چونکہ آپ علیہ السلام کو پہلی وحی میں تین جھٹکے دیئے گئے اس وجہ سے آپ علیہ السلام کی بیداری دنیا قبر میں جھٹکا لگنا کے بعد ملنے والی بیداری کے مقابلے تین گنا زیادہ تھی۔

نبی کریم علیہ السلام کی یہ بیداری موت کے بعد بھی میدان محشر کے لیے قبر سے اٹھتے وقت صور پھونکنے کے بعد بھی محسوس ہوگی، چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا: لَا تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى : فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَصْعَقُ مَعَهُمْ، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ، فَإِذَا مُوسَى بَاطِشٌ جَانِبَ الْعَرْشِ، فَلَا أَدْرِي أَكَانَ فِيمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي، أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللَّهُ "

مجھے موسی علیہ السلام کے مقابلے پسندیدہ شخصیت مت کہو، کیونکہ پہلی بار صور پھونکنے کے وقت سب لوگوں کے ساتھ میں بھی بے ہوش ہو جاؤں گا، لیکن جب

دوبارہ اٹھنے کے لیے صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے بے ہوشی سے اٹھنے والا انسان میں ہی ہوں گا لیکن جب میں اٹھ کر کھڑا ہو جاؤں گا تو موسیٰ علیہ السلام عرش کے پاؤں پکڑے ہوئے ہوں گے اب مجھے آگے یہ بات معلوم نہیں کہ آیا موسیٰ علیہ السلام کو مجھ سے پہلے بے ہوشی سے افاقہ ہوا، یا پھر ان کو کوہِ طور میں بے ہوشی کے بدلے پہلی صور کی بے ہوشی سے نجات مل گئی۔

اس حدیث میں واضح فرمایا کہ نبی علیہ السلام کو جبرئیل امین سے ملنے والی زور کے جھٹکوں کی وجہ سے دنیا بھر کے تمام انسانوں میں بیداری سب سے زیادہ ہوئی، اس وجہ سے حشر میں پہلے اٹھنا نصیب ہوگا لیکن آپ کی بیداری کے مقابلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیداری سب سے زیادہ ہوگی کیونکہ دوبارہ صور پھونکنے کے بعد آپ سب سے پہلے اٹھیں گے لیکن آپ سے پہلے ہی موسیٰ علیہ السلام اٹھ چکے ہوں گے، کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر جو جھٹکا دیا گیا اس کی وجہ سے آپ کے باطنی احساسات میں حددرجہ بیداری آئی ہوئی تھی، جس کی وجہ آپ کو میدان محشر کے احساسات کو قبول کرنے کے لیے صورِ اسرافیل کی ضرورت نہ ہوگی، یا پھر آپ کو نبی علیہ السلام سے پہلے ہی افاقہ نصیب ہوچکا ہوگا کیونکہ آپ کی بیداری میں کوہِ طور کے جھٹکے نے کافی حددرجہ کمال کیا تھا۔

اور اس کی وجہ یہ بنی کہ جب تجلی پہاڑ پر آگری، تو اس کی ہیبت اور بوجھ کی وجہ سے وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ہموار زمین کی طرح ملیامٹ ہوگیا۔

موجودہ دور میں زوردار ٹیکنالوجی کی وجہ سے بھی بیک وقت پہاڑ کو اگر بم وغیرہ سے توڑا جائے تو آنکھوں سے نظر آتا منظر اور کانوں سے سننے والا شور درحقیقت قیامت کا

سماں پیش کرتا ہے اور اس صورت میں پہاڑ کا چھوٹا سا حصہ ٹوٹ کر آدمی دم بخود رہ جاتا ہے، لیکن موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پورا پہاڑ ریزہ ریزہ ہوا، تو اس کا منظر کتنا ڈراؤنا، مہیب اور اس دوران نکلنے والی آوازیں کتنی خطرناک ہوں گی۔

اسی منظر کے بارے میں فرمایا: فخر موسی صعقا۔۔فلما افق قال سبحانک انی تبت الیک وأنا أول المومنین۔ لیکن یہ ایسا افاقہ تھا جس کے بعد کبھی آپ کا دل نہ سویا اور میدانِ محشر تک یہ بیداری جاری رہی۔

اس سے ثابت ہوا کہ انبیائے کرام میں بھی بیداری کے مختلف مراتب ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ اور نبی علیہما السلام کے درمیان اس حدیث سے واضح ہوتا ہے، تو ان کے علاوہ دیگر انسانوں میں بیداری اور غفلت کے درجات بطریقِ اولی متعدد ہوں گے۔

عبودیت کے اعلیٰ مراتب کا حصول زندگی کے مصائب سے ہوتا ہے:

ایک حدیث میں آیا ہے کہ أشد البلاء علی الأنبیاء ثم الأمثل فالأمثل کہ سخت سے سخت مصیبتیں انبیائے کرام پر آتی ہیں، ان کے بعد جو جتنا ان کے مشابہ ہوگا، اتنی ہی مصیبتیں ان پر اتریں گی۔

چنانچہ عام انسانوں کو دورانِ زندگی پیش آمدہ واقعات اور رونما حالات ہی انسان کے احساسات میں غفلت یا بیداری کا سامان فراہم کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جتنی مصیبت زیادہ ہوتی ہے اتنی ہی احساسات کی بیداری میں اضافہ ہوتا ہے جب کہ اس کے مقابلے میں تنعم پرستی، عیش رسانی، ناز و نعمت انسان کو باطنی غفلت کے قریب اور قلبی بیداری سے دور کرتی چلی جاتی ہے۔

اسی تناظر میں سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یتیم پیدا ہونے والے بچے کی ماں اس کے چھ سالہ عمر میں اور دادا آٹھ سالہ عمر میں فوت ہوئے اور دعوت کے پہلے ہی دن دونوں بیٹیوں کو اپنے ہی چچا کی جانب سے طلاق دلوائی گئی اور ایمان لانے والے ساتھیوں کی عذاب اور سزاؤں کی سختیاں، مدینہ میں تکالیف کی سخت چکی اور بدر کا کامیاب معرکہ مگر چودہ ۱۴ صحابہ کرام کی شہادتیں، احد میں ستر ۷۰، بئر معونہ میں اسی ۸۰ شہادتیں اور ان کے علاوہ کئی ایسی لازوال داستانیں ہیں، جن سے نبی علیہ السلام کے احساسات میں بیداری حالات کے جائزے میں دقت بیدار مغزی اور بروقت مثبت اور دوررس نتائج پر مبنی فیصلے اٹھانے کا درس ملا اور جذباتیت سے ہٹ کر ہوش ربا تدابیر نے جنم لیا، جن سے آج تک مسلمانوں کا تاریخ تابندہ ہے۔

مسند احمد کی روایت میں سیدہ عائشہ فرماتی ہے کہ نہ دیکھتے ہوئے بھی میں اپنے گھر میں بیٹھ کر ابو بکر اور عمر کے رونے میں فرق محسوس کر سکتی تھی اور جب پوچھا گیا کہ نبی کریم علیہ السلام کا رونا کیسا تھا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ آپ بالکل دنیاوی باتوں پر نہیں روتے تھے لیکن جب آپ غمگیں ہوتے، تو اپنی داڑھی پکڑتے۔

نبی کریم علیہ السلام اور اہل بیت کی تکالیف کا بیداری قلب پر اثر:

دین اسلام کے لیے سب سے زیادہ سختیاں اہل بیت نے جھیلیں، ان سے زیادہ کسی دوسرے خاندان نے تکالیف نہیں اٹھائیں، خاندان الرسول کی ابتداء سیدنا ابراہیم سے ہوئی تو اس وقت سے ہوش ربا مصیبتوں، نومولود سیدنا اسماعیل اور اس کی ماں کی جدائی اور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا اور پھر سیرت طیبہ میں وقوع پذیر حالات جس کے بعد اسلام کی بنیادیں راسخ ہوئیں لیکن پھر بھی خاندان الرسول کی عزت کرنے کے

بجائے جلا وطنی، ظلم وستم کا سامنا کرنا اور قتل وقتال کا نشانہ بننا ان حضرات کے نصیب میں رہا، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں منقول ہے۔

نبی علیہ السلام کی یہ پیشن گوئی واقعہ کربلا اور اس کے بعد سیدنا امام زیدؒ، امام محمد بن عبد اللہ نفسذ کیہؒ اور ان کے بھائی ابراہیمؒ کے ساتھ ہونے والے ظلم میں پوری شدت کے ساتھ واقع ہوئی۔ مگر ان تمام حادثات میں واقعہ کربلا ظلم ستم کی پہلی داستان تھی جس نے اہل بیت میں سے صرف ایک بچنے والے امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ کو تقویٰ اور للہیت کا وہ اعلیٰ مقام عنایت کیا جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

ہر وقت رونا اور عبادت کے دوام کے بارے میں جب پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ نے فرمایا حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک بیٹا گم ہو گیا تھا اور اس کی یاد میں آپ کی آنکھیں رو رو کر سفید ہو گئی تھیں اور مجھے تو اس معرکہ کربلاء کے دن بخار تھا جس کی وجہ سے کمزوری اور ضعف بہت زیادہ تھی اور میں اپنی پھوپھی کی گود میں تھا، عمر اس وقت میری چودہ سال کے لگ بھگ تھی اور باپ بھائیوں اور چچا زادوں کا میرے سامنے شہید ہو جانا یہاں تک کہ دودھ پیتے بچوں کو بھی معاف نہ کرانا ایک ظلمِ عظیم تھا جس نے میری بیرونی احساسات اور باطنی ومعنوی بیداری کے ساتھ عبادت اور یادِ الہی کے لیے ایک باب کی حیثیت ادا کر دیا۔ لہذا مظلومیت کی بناء ہر عام وخاص کا دل اہل بیت سے نبوی محبت کے علاوہ مظلومیت کی بناء پر بھی ہمدردی کا درس دینے لگا۔

خاندان اہل بیت میں امام مہدی اور ان کے اہل و عیال پر بیتی ظلم کی داستان:

ایک حدیث میں منقول ہے کہ اہل بیت میں امام مہدی کے سب خاندان والے چھوٹے بڑے سب کے سب اس وقت کے ظالم بادشاہ کی طرف سے قید و بند کی صعوبتیں جھیلنے اور مختلف النوع مصائب کا سامنا کریں گے۔ مزید یہ بھی حدیث میں ہے کہ آلِ محمد علیہ السلام میں ہر چھوٹے بڑے، مرد و عورت اور بوڑھوں وغیرہ سمیت سب کو قید کیا جائے گا اور کسی ایک کو بھی باہر نہیں چھوڑا جائے گا۔ [الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۹۲۳، ج ا ص ۳۲۳]

پوری اسلامی تاریخ میں حقیقی مہدی کی انوکھی نشانی:

اس حدیث سے بھی وہی بات معلوم ہوتی ہے کہ شاید امام مہدی کے دیگر اوصاف کے علاوہ یہ ایک وصف امتیازی ہوگی جس میں اپنی اور اہل و عیال وغیرہ کے ظلم برداشت کرنے کی وجہ سے امام مہدی کے باطنی احساسات میں بیداری اور تیقظ کا سامان مہیا ہوگا۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ امام مہدی اور اس کا ساتھی موقع پا کر بھاگ جائیں گے، مگر امام مہدی کا ساتھی گرفتار ہو کر قتل کر دیا جائے گا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ اسے زہر دے کر شہید کیا جائے گا۔ جب ایک دوسری روایت میں امام مہدی سے متعلق بھی یہ واقعہ آیا ہے کہ انہیں زہر دینے کے بعد بھی نجات مل جائے گی۔ تاہم خاندان کے افراد کی گرفتاری، شیر خوار بچوں کا قید و بند اور ان کے ساتھ ساتھ دیگر رشتہ داروں اور اپنے دوستوں کا غم ایک ایسا وصف ہوگا جس کی وجہ سے امام مہدی کی باطنی غفلت ختم ہو کر ظاہری اور باطنی بیداری کی وجہ سے

نہایت اعلیٰ مقام پائیں گے۔ مظلومیت کی اس انتہا میں آسمانوں پر بھی آل محمد کی ظلم کی داستان پہنچ کر وہاں بھی شور برپا ہو گا۔

جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ مظلوم کی آہ آسمانوں سے اوپر عرش تک پہنچ جاتی ہے اور اللہ فرماتے ہیں کہ میں ضرور تمہاری مدد کروں گا اگرچہ کچھ مدت کے بعد کیوں نہ ہو۔ چنانچہ فرمایا: بعزتي وجلالي لأنصرنک ولو بعد حين۔

یعنی میری عزت اور میری جلال کی قسم میں ضرور تمہاری مدد کروں گا اگرچہ کچھ زمانے بعد کیوں نہ ہو۔

یہی وجہ ہے کہ حدیث میں فرمایا کہ جس نے مظلوم کی مدد کی اس نے اللہ اور اس کے دین کی مدد کی اور جس نے مظلوم کو بے یار و مددگار چھوڑا تو اس نے اللہ اور اس کے دین کو بے یار و مددگار چھوڑ کر ذلیل کرنے کی کوشش کی۔

مگر اس ظلم کی وجہ سے مظلوم کا نفس بیدار ہو جاتا ہے اور اس کی ہمت کو مزید جلا بخش کر لوگوں کو بھی ان کے جذبۂ ہمت کی وجہ سے بہادری اور حماسیت کا درس بنتا ہے۔ اسی وجہ سے نعیم بن حماد کی روایت میں حضرت علی رضی اللہ سے منقول ہے کہ جب آسمان سے امام مہدی کے حق میں آوازیں آئیں گی، تو اس کے بعد لوگوں کے دلوں میں امام مہدی کی محبت گھر کر جائے گی اور اس کے بعد زبانوں پر صرف اس کا تذکرہ ہو گا۔

آسمانی آواز سے مراد مظلوم کی آواز کا عرش تک پہنچ جانا اور اللہ تعالی کا اپنی عزت وجلال کی قسم اٹھانا کہ میں ضرور مظلوم کی مدد کروں گا چنانچہ یہی وہ مدد ہو گی جس کی

وجہ سے لوگوں کے دلوں میں آل بیت کی محبت اور ان کی نصرت کے لیے اٹھ کھڑا ہونا ہی درحقیقت ندائے سماوی ہو گی۔

چنانچہ لوگ امام مہدی کا مطالبہ کریں گے کیونکہ مظلوم کی فریاد رسی اور اس کی مدد کے لیے ہمدردی کا اظہار کرنا اور نصرت کے لیے ہر قربانی کو تیار ہونا اللہ تعالی کی مدد ہے۔ایسے ہی انٹرنیٹ پر بھی ندائے سماوی کا اطلاق ہو سکتا ہے، جس میں مختلف پرگراموں میں امام مہدی کی مظلومیت اور ان کے اہل وعیال کی پکڑ دھکڑ وغیرہ ایسے امور ہیں، جو ندائے سماوی میں شامل ہیں۔یہی ظلم و ستم کی داستان اور لوگوں کا مددگار بننا ہی امام مہدی کی روح کی بیداری میں ترقی اور مزید عمق پیدا کرے گا۔

ظہورِ مہدی اور بعثتِ موسوی علیہ السلام میں ظاہری مشابہت:

اس سے معلوم ہوا کہ امام مہدی کی جانب سے مہدویت کا دعویٰ مستقل طور پر اپنی جانب سے نہیں ہوگا بلکہ اس زمانے کے ظالم بادشاہ کی جانب سے اپنی کرسئ بادشاہت کے ڈر کی وجہ سے امام مہدی کو اپنے لیے اور اپنے خاندان کی بادشاہت کے لیے ایک عظیم خطرہ محسوس کریں گے، جس کے بعد امام مہدی کے اہلِ خاندان کو گرفتار کریں گے۔

یعنی امام مہدی کی تشہیر میں سب سے زیادہ کام امام مہدی کے مخالف بادشاہ کی شدتِ ظلم سے اٹھنے والی آوازوں کی صورت میں اٹھ کھڑا ہوگا، پیدائشی اوصاف کی وجہ سے ظالم بادشاہ اور اس کے کارندے امام مہدی پر اس وجہ سے ظلم کریں گے کہ اس میں کیوں علاماتِ مہدویت مکمل ہیں، حالانکہ ان علامات کی پہچان دور دور لوگوں کی نظر سے روپوش ہو گی اور جب ظالم بادشاہ کا اہلِ بیت پر اس قدر شدید ستم لوگ دیکھیں

گے، تو اس کے بعد مخالف بادشاہ کی زبردستی کی بناء پر لوگوں کا رخ امام مہدی کی علامات اور اس شخصیت کی طرف ہو جائے گا، جیسا کہ قرآن میں ارشاد ربانی ہے ونری فرعون وهامان وجنودهما منهم ما كانوا. يحذرون۔ یعنی جس طرح فرعون ہامان اور ان کے لشکر کو جس چیز کا خوف صدیوں سے اندر اندر کھا رہا تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بچہ پیدا ہو کر فرعونی بادشاہت کے خاتمے کا سبب بن جائے، لیکن بعد میں وہ آنکھوں دیکھا حال بن کر سامنے آیا۔

کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے برسوں پہلے اسی موسیٰ علیہ السلام کی خاطر بچوں کو قتل کرنا، اس ڈر کی وجہ سے تھا جس میں فرعونی بادشاہت کا خاتمہ مضمر تھا، فرعون اور اس کے لاؤ لشکر کا موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے اس کو اتنی توجہ دینے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں مظلومیت سے نکلنے کی انگڑائیاں اٹھنے لگی۔

اور پھر قبطی کے قتل کے بعد دربارِ فرعون میں موسیٰ علیہ السلام کا ہم خیال نکل آنا اس کے بعد ملک چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام کا واپس نبوت وہدایت کا چراغ لا کر فرعونی طلسم اور ان کے سحر کے ایوانوں کو چیلنج کرنے کے بعد... بنی اسرائیل تیاری کے آغوش میں آنے لگے۔

اسی طرح امام مہدی اور ان کے اہل بیت کو صرف اس وجہ سے گرفتار کرنا کہ وہ اہل بیت میں سے ہیں اور اس کے خاندان میں ایک شخص کا نام محمد بن عبداللہ، ماں کا نام آمنہ اور دیگر علامات پورے ہیں۔ تو یہ داستان امام مہدی کے موضوع سے واقف افراد کے لیے سامانِ عبرت اور تیاری کا مواد فراہم کرنے میں اسی طرح مدد دے گی جس طرح فرعون اور اس کے لشکر کی مخالفت نے موسیٰ علیہ السلام کو مدد مہیا کر دیا۔

امام مہدی کا وصف امتیازی ایک نظر میں:

پوری اسلامی تاریخ میں نبی کریم علیہ السلام کے بعد اب تک کوئی ایک شخص ایسا موجود نہیں جس نے مہدی ہونے کا دعوی کیا یا اس کو مہدی کہا جانے لگا یا پھر اس کے بارے میں مہدی ہونے کا گمان کیا گیا اور اس میں یہ صفت موجود ہو۔ نہیں ہر گز یہ صفت نہیں ملتی۔امام مہدی کے موضوع پر کئی کتابیں لکھی گئی ان میں اسماعیل المقدم کی کتاب "المہدی" میں پوری تاریخ اسلامی میں تمام مدعیانِ مہدویت اور "منسوب الی المہدویت" کو جمع کیا گیا، مگر یہ صفت کسی ایک میں بھی نہیں ملتی۔

اسی وجہ سے اگر امام مہدی کے اوصاف پر متصف لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا جائے، تو ان سب میں یہ صفت حقیقی مہدی کے علاوہ کسی میں نہیں ہو سکتا کہ اس کے اہل وعیال میں چھوٹے بڑے، مرد عورت، شیر خوار اور بوڑھے سب کے سب کو صرف اس وجہ سے پکڑا ہو کہ اس خاندان میں ایک فرد ہے جس میں امام مہدی کے اوصاف پورے پائے جارہے ہیں۔

معلوم ہوا کہ ولایت کبریٰ کا یہ مقام امام مہدی کے زمانے میں صرف امام مہدی کو ہی حاصل ہوگا، کیونکہ انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ جو جتنا منہج اور رشتے کے اعتبار سے قریب ہوگا، اتنا ہی اس پر زیادہ سختیاں اور مصائب آئیں گے اور ان مصائب کی وجہ سے اسے مہدئ لغوی کا مرتبہ حاصل ہوگا پھر اس کے بعد مہدئ اصطلاحی کے مرتبے پر فائز ہوں گے، اس کے بعد اگر علاماتِ زمانیہ، مکانیہ، شخصیہ، کونیہ، سیاسیہ اور شرعیہ پوری ہو جائیں اور علمائے کرام امام مہدی کے ہاتھ پر بیعت کر

لیں، جس میں بیعت میں زور و جبر، خونریزی اور زبردستی نہ ہو، بلکہ اس کے بغیر یہ معاملہ پائے تکمیل تک پہنچے گا تو ہم کہیں گے کہ یہ شخصیت امام مہدی ہیں۔

فصل چہارم: مہدیٔ موعود کی اولین شرط ایمان کی تکمیل: امید اور خوف

امام مہدی ہونے کے لیے صرف تل کا نشان یا دانتوں کے درمیان فاصلہ کافی نہیں، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ قوی ایمان کا ہونا ایک لازمی چیز ہے کیونکہ اس کے بغیر عام مومنوں کو کامیابی نہیں مل سکتی چہ جائیکہ امام مہدی اس کے بغیر مہدی بن جائے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دینِ اسلام میں ظاہری رنگت اور علاماتِ شخصیہ کی وجہ سے کامیابیوں کے وعدے نہیں، بلکہ حقیقی وعدے باطنی صفات کے ساتھ ساتھ جب امام مہدی میں ظاہری علامات موجود پائے جائیں تب امام مہدی کامل مہدویت کے مرتبے پر فائز ہوں گے۔

اور انسانوں میں ہدایتِ کاملہ انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو ملتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہی حضرات کو منہجِ حق اور اسوۂ حسنہ قرار دیا اور فرمایا: فبهداهم اقتده یعنی انہی کی راہ پر چل کر ہدایتِ کاملہ حاصل ہو سکتی ہے۔

اور ایمان کی تکمیل میں دیگر امور کے ساتھ ساتھ امید و خوف کا بنیادی عمل دخل ہے، اسی عنصرِ ایمانی کی محنت مکی دور میں نمایاں طور پر کی گئی کہ پیغمبر علیہ السلام کے ذمے تبلیغِ رسالت ہے اور بس۔ آگے لوگ قبول کریں یا نہ کریں: فانما علیک البلاغ وعلینا الحساب ایسے ہی فتح و کامیابی کی آرزو بھی چونکہ دعوتِ رسالت میں مانع ہو سکتی تھی، اسی وجہ سے کئی آیات میں آپ علیہ السلام کی ذاتِ اقدس سے ان کی نفی کی گئی، جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ان امور کی تفصیلی تشریح کی گئی۔

ان مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ امام مہدی علیہ الرضوان امید اور خوف کے عالی مقام پر پہنچ کر ان کے دل میں یہ ایمانی حلاوت ایسی رچی بسی ہو گی کہ صراطِ مستقیم کی ہدایت، گناہوں کی مغفرت، مسلمانوں کی کامیابی، اسلام کی فتح اور کفار کی شکست ہی ان کے ذہنی سوچ کی دنیا ہو گی، جیسا کہ سورۂ فتح کی ابتدائی آیات میں ہیں، مگر یہ امید رحمتِ خداوندی سے لگی ہو گی کہ شاید میں اور میری جماعت حق پر ہوں، کیونکہ ہم شریعت کے دائرے میں رہ کر اپنی شخصیت کے لیے نہیں لڑ رہے، بلکہ حق کی سربلندی کے لیے کوشش کر رہے ہیں، یہ کشمکش انہیں ثابت قدمی عطا کرے گی، اور یہی ارشادِ ربانی کا حاصل ہے: وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ۔ یعنی یہ سوچ لاحق ہو گا کہ شاید مہدی ہو اور یہ طمع اللہ تعالیٰ کی رحمت سے منسلک ہو گا۔ لیکن اسی لمحہ عذاب الٰہی اور غضبِ ربانی کا خوف بھی دامن گیر ہو گا، کیونکہ مخالفین ہر قسم کے شبہات کا تانتا باندھتے رہتے ہوں گے اور شیطانی وساوس کی مدد سے ہر آن مختلف اعتراضات سے حق کو باطل کے ساتھ ملا ملا کر پیش کریں گے، لہذا راہِ حق سے منحرف ہونے کا ڈر پیوست رہا ہو گا کہ شاید نصرتِ الٰہی نہ ملیں اور ہم ہلاک ہو جائیں یہی خوف کامل ایمان کا خاصہ ہے، فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون۔

ایمان کی یہ صفت صرف امام مہدی کی خاصیت نہیں، بلکہ صراطِ مستقیم اور ہدایتِ کاملہ کے ہر طلب گار کے لیے یہ حالت ہونا لازمی ہے، چنانچہ فرمایا: (يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ) بلکہ بعض آیات میں اس صفتِ ایمانی کے بارے میں حکم دیا، فرمایا: (وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا) حتیٰ کہ انبیائے کرام علیہم السلام

جیسے عالی المرتبت شخصیات کے لیے بھی اسے لازمی قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

(إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ)

اس سے معلوم ہوا کہ امید اور رجاء کے بغیر خوف رکھنا اللہ تعالی کی رحمت سے نا امیدی اور قنوط ہے، جب کہ امید بغیر خوف کے اللہ تعالی کے غضب سے امن اور بے جا تمنا رکھنے کی نشانی ہے اور اس کی دلیل واقعہ طائف میں آپ ﷺ کی وہ دعا ہے جو صحیح مسلم کی روایت میں ہے: (اللهُمَّ أعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ. وَبِمُعَافَاتِكَمِنْ عُقُوبَتِكَ) جب نبی کریم ﷺ کا یہ حال ہے تو دوسری شخصیت چاہے امام مہدی ہو یا کوئی دوسرا، سب کو اس صفت کے ساتھ متصف ہونا لازمی ہے، کیونکہ یہ ایمان والوں کی صفت ہے۔

ارشاد ربانی ہے: (أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ) جب کسی شخصیت میں یہ صفت اور اس کے ساتھ دیگر تمام روحانی اور شخصی اوصاف کے ساتھ ساتھ، خراسانی سیاہ جھنڈوں کے ساتھ تعلق، گھر بار، اہل و عیال کا جیل میں جانا وغیرہ صفات پائی جاتی ہوں، مگر ان تمام کے باوجود اس کے لئے مہدی ہونے کا دعوی کرنا غلط اور امام مہدی کی شان کے بالکل برعکس ہے۔

اسی طرح اپنے بارے میں نبی کریم ﷺ کی یہ پیشن گوئی بطور دلیل بیان کرنا بھی درست نہیں کہ میں ہی جنت کے سرداروں میں سے ہوں گا، کیونکہ یہ بات غرور اور عجب کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے بالخصوص بیعت سے پہلے یہ معاملات امام مہدی میں نہیں ہوں گے۔

اور بیعت کے بعد بھی یہ امید رکھیں گے کہ شاید میں ہی امام مہدی ہوں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ خوف بھی لاحق ہوگا۔

امام مہدی کا بیعت سے پہلے امام مہدی مبہم کی بیعت کی طرف دعوت:

مگر ان تمام تحقیقات کے بعد یہ بات بھی جاننی ضروری ہے کہ کوئی بھی تحریک اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی، جب تک اس کی کامیابی کے بارے میں خود جدوجہد کرنے والوں کو کامل یقین نہ ہو اور اپنی اس جدوجہد کے بارے میں اطمینان کے ساتھ دن رات محنت اور لوگوں کو اس منہج کی طرف باقاعدہ دعوت نہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ یہ نظریہ بھی ہو کہ إن العاقبة للمتقين کہ انجام کار کامیابی متقین کے لیے ہے اور یہ فرمان ذہن میں ہو وكان حقا علينا نصر المومنين کہ ہمارے ذمہ مومنوں کی نصرت ومدد لازم ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد ربانی ہے: قل يقوم اعملوا على مكانتكم إنى عامل فسوف تعلمون من تكون له عاقبة الدار إنه لا يفلح الظالمون۔ ترجمہ: اے محمد آپ ان سے کہہ دیجیے اے میری قوم تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو، اور میں بھی اپنا عمل کرتا ہوں گا۔ عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا آخرت میں بہترین انجام کس کا ہے، بلا شبہ ظالم لوگ کامیاب نہیں ہوتے۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ نصرت اس کی شخصیت کے ساتھ ضرور ہو گی اور کامیابی اس کی زندگی میں آئے گی اور اسی کے ساتھ اللہ کی نصرت و مدد ہو گی، یہ نظریہ درست نہیں۔

عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بایعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم على مفارقة العرب كافة وعلى قتل الاشراف والاخيار، وان تعض على السيوف. فقلنا: ما لنا يا رسول الله، قال : الجنة. فقلنا ربح البيع لا نقيل ولا نستقيل۔ ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر تمام عرب و عجم سرخ وسیاہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں مکمل بائیکاٹ کا یہ بیعت کیا ہے کہ تلواروں کو مضبوطی سے تھام کر سب کے سب حتی کہ اشراف اور بہترین لوگ بھی اس راستے میں قتل ہو سکتے ہیں، ہم نے کہا کہ اس کے بدلے ہمیں کیا ملے گا آپ علیہ السلام نے فرمایا: کہ اس کے بدلے جنت ملے گا، ہم جواب دیا کہ یہ بیع نفع بخش ہے اس کو نہ تو چھوڑیں گے اور اس سے رو گردانی کریں گے۔ جب انصار میں سے ہر شخص کامیابی کی امید کریں گے تو یہی امید ہے اور ہم میں سے ہر شخص کا یہ گمان ہو کہ کہیں ہم الٹے پاؤں نہ پھر جائے اور ہمارا انجام خراب نہ ہو، چاہے فتح ہمیں نصیب ہو نہ ہو۔ ومن جاهد فانما يجاهد لنفسه ان الله لغنى عن العلمين۔ جب دنیا میں کامیابی کی امید پر جزم ویقین کرنا درست نہیں تو ایسے ہی آخرت کے بارے میں اپنی کامیابی کا یقین کرنا بھی صحیح نہیں۔ لہذا ایک عام مسلمان کی طرح ان صفات کا امام مہدی جیسے کامل انسان میں ہونا بطریق اولی ضروری ہے۔

امام مہدی کے لیے بیعت سے پہلے مہدی بننے کی خواہش رکھنا؟

ان تمہیدات کی روشنی میں اس سوال کا جواب بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے لیے کیا امام مہدی "مہدی" بننے کی خواہش رکھنا درست ہے یا نہیں؟

اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ ایمان کے اس اہم جزء یعنی امید اور خوف کے درمیان رہتے ہوئے اپنے لیے امام مہدی بننے کی خواہش دل میں رکھنا، خود اپنے لیے ہدایت کی دعا مانگنا، اپنے اندر اوصاف پاتے ہوئے ان صفات کی مضبوطی اور ان پر دوام کی دعا مانگنا کوئی خلاف شرع بات نہیں، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ اور ہمیں کیا ہوا ہے کہ خدا پر اور حق بات پر جو ہمارے پاس آئی ہے ایمان نہ لائیں۔ اور ہم امید رکھتے ہیں کہ پروردگار ہم کو نیک بندوں کے ساتھ (بہشت میں) داخل کرے گا۔

بیعت سے پہلے امام مہدی کے لیے مہدویت کی دعوت:

دوسرا سوال یہ ہے کہ جب امام مہدی کے لیے اپنے دل میں امام مہدی ہونے کی خواہش رکھنا درست ہے اور ان کے لیے یہ طمع رکھنا بھی جائز ہے اور اپنی استعداد مہدویت کے بارے میں دعا کرنا اور اپنے اعمال کی اصلاح کرنا بھی جائز ہے، تو کیا اس محنت کے لیے دوسروں کو دعوت دینا یا انہیں اس محنت میں شریک کرنے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ درحقیقت امام مہدی اپنے مہدویت کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہا ہے اور جس چیز کی دل میں خواہش اور لب پر اس کی دعا ہے، لوگوں کو اس کی طرف ترغیب دے رہا ہے، حالانکہ یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام اپنی اولاد کے لیے امامت کی تمنا اور دعا کر سکتے ہے اور لوگوں کو اس کی ترغیب دے سکتے ہیں جیسا کہ فرمایا واذا ابتلی ابراهیم ربه بكلمات فاتمهن قال انی جاعلك للناس اماما قال ومن ذریتی قال لا

ينال عهدى الظالمين۔ توامام مہدی کا اپنے لیے ہدایت مانگنے اور استقامت کے ساتھ دین کی خدمت کرنے کی توفیق طلب کرنے میں کیا حرج ہے؟

جب کہ امامت کے اس عہدے کے لیے حضرت موسی علیہ السلام اپنے بھائی کے لیے جب دعا مانگ مانگ کر اللہ تعالی سے گڑگڑا سکتا ہے، توامام مہدی اپنے لیے اور اپنے انصار کے لیے کیوں نہیں مانگ سکتا جیسا کہ موسی علیہ السلام نے فرمایا: واجعلنی وزیرا من اهلی هرون اخی۔ اور سلیمان علیہ السلام نا قابل تسخیر اور نایاب بادشاہت مانگ سکتا ہے اور لوگوں کو اس کی دعوت دے کر اپنے مخالفین کے خلاف کاروائی کر سکتا ہے توامام مہدی ایک شرعی اور جائز کام کے لیے کیوں دعوت نہیں دے سکتا کیونکہ مہدویت کی صفات "خلقی طور پر" ان میں پیدا ہوئیں امام مہدی کا اگرچہ اپنے اوپر جزم ویقین نہیں ہوگا کیونکہ ایسا یقین رکھنا جائز نہیں، لیکن مہدویت کی دعوت کا مقصد اگر یہ ہو کہ لوگ اس موضوع کی طرف راغب ہو جائے، تو اس میں کیا حرج ہے؟ کیونکہ امام مہدی کے بارے میں عقیدہ رکھنا تو امت کا نظریہ ہے اس وجہ سے اس متواتر عقیدے کی طرف اگر امام مہدی خود دعوت دیں، تو یہ بات نہ شرعاناجائز معلوم ہوتی ہے اور نہ ہی عقلا مخالف قیاس ہے کیونکہ امام مہدی امت محمدیہ کے متواتر عقیدے کا پابند ہوگا، تو اس کی طرف دعوت دیناایک بدیہی امر ہے۔

جب کہ یہ گمان بھی ہو کہ شاید میں امام مہدی نہ بنوں اور اسی وجہ سے مہدی مقرر ہونے سے چھپتا بھی پھرے اور انکار بھی کرے کہ اس عہدے کے لیے ان اوصاف پر متصف مجھ سے اہم شخصیت مل جائے تو وہی افضل ہوگا۔ تو اس عقیدے کے ساتھ

مہدویت کی طرف لوگوں کو دعوت دینے میں شرعی، اخلاقی اور سیاسی طور پر کوئی برائی نہیں۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا بھر میں علماء کرام کے فضائل علماء کرام ہی بیان کرتے ہیں تو کسی نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ تو اپنی عزت کے لیے لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں۔ بلکہ شرعی اعتبار سے یہ علماء کی اہم ذمہ داری معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس موضوع کے دوسری جانب اگر ہم دیکھ لیں اور یہ فرض کرلیں کہ امام مہدی کے لئے خود اس موضوع کی طرف دعوت دینا درست نہیں تو اس بات کا جواب دینا لازم ہے کہ امام مہدی کے بارے میں یہ بات کہاں لکھی ہے کہ وہ مہدویت کی دعوت نہیں دیں گے حدیث، یا آثار صحابہ یا اقوال تابعین، یا شروح حدیث یا اقوال علماء یا ائمہ اربعہ کے اجتہادات یا صوفیا کے کشف وکشوف وغیرہ سے کہیں بھی ایک روایت ہماری قاصر نظروں سے نہیں گزری جس میں اس دعوت کی ممانعت منقول ہو۔

نیز عقل کا تقاضہ بھی یہ نہیں کہ امام مہدی صاحب اپنے اندر صفات مہدویت دیکھ کر ایک غار کے اندر گھس جائے یا کہیں روپوش ہو جائے کیونکہ اگر باہر نکلے اور لوگ اسے دیکھ لے تو کہیں گے کہ یہ بیعت کے دوران مکہ اس لیے آیا کہ شاید مجھے خلیفہ منتخب کیا جائے اور یہ خواہش رکھنا جرم ہے لہذا ایسی شخصیت کی بیعت نہ کی جائے کیونکہ اگر بالفرض امام مہدی نے بیعت سے پہلے مہدویت کا درس دیا ہو، تو اب اس کی بیعت درست نہیں، لہذا اس عقیدے کے تناظر میں امام مہدی کو یہ مشورہ دینا چاہیے کہ آپ نہ تو مہدی سے متعلق درس دیں اور نہ مکہ میں چلیں پھریں، وگرنہ پھر آپ مہدی بننے کے اہل نہیں ہوں گے ؟!۔

اور یہ بھی ہے کہ امام مہدی اور ان کے اصحاب کو چاہیے کہ امام مہدی کو زیادہ پریشان نہ کریں اور خود بھی زیادہ تکلیف نہ اٹھائیں کیونکہ انہیں کو اللہ تعالی نے امام مہدی کے بارے اطلاع دی ہے، لہذا یہ لوگ بھی، اور امام مہدی بھی آرام سے زندگی گزار لیں کیونکہ آگے جزیرۃ العرب کو فتح کرنا ہے اور شام، بیت المقدس اور روم و فارس کی جہاد کرنا ہے اس وجہ سے تازہ دم ہونا لازمی ہے، ابھی سے مہدویت کی دعوت اور ہجرت میں جان زیادہ نہ کھپائیں کیونکہ بیعت تو کشف سے یا اچانک سے منعقد ہونا ہے اور جب آپ یہاں سو جائیں، تو رات کو آپ کی بھی ایک ہی رات میں اصلاح ہو جائے گی اور امام مہدی کی بھی اصلاح ہو گی، لہذا جان مشکل میں نہیں ڈالنا چاہیے۔

یہ تمام طنزیہ کلام در حقیقت معاشرے میں سنجیدہ علماء کرام طبقے سے بحث کے بعد معلوم ہوئی ہیں اور ان کے نزدیک جو بھی ان امور میں زیادہ عمل دخل دیتا ہے تو وہ دنیا کی ہر چیز سے کٹ جاتا ہے۔ لیکن حقیقی بات یہ ہے کہ ایمان کی اہم صفت امید وخوف کو پکڑتے ہوئے امام مہدی کے لیے اور ان کے انصار کے لیے قرآن مجید کی اس پالیسی پر عمل پیراں ہونا ضروری ہے: وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا (۱۹) كُلًّا نُمِدُّ هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا۔ اور جو شخص آخرت کا طلب گار ہو اور اس میں اتنی کوشش کرے جتنی اسے لائق ہے اور وہ مومن بھی ہو تو ان لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے ہم ان کو اور ان کو سب کو تمہارے پروردگار کی بخشش سے مدد دیتے ہیں، اور تمہارے پروردگار کی بخشش (کسی سے) رکی ہوئی نہیں۔

واضح رہے کہ مہدویت صرف کوئی دنیوی مرتبہ نہیں، بلکہ مہدویت ایک اخروی عظیم مرتبہ بھی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہےوارفع درجته في المهديين۔

اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ایسے مراتب عام محنت سے نہیں بلکہ جهد مسلسل اور ملامت گروں کی ملامت کی پرواہ کیے بغیر محنت جاری رکھنے سے ہی ملتی ہے۔

اس کے بغیر اعلی مراتب نہ تو کوئی کامل پاسکتا ہےاور نہ اس کے بغیر کوئی مہدی یا اس کے انصار کا مرتبہ حاصل کر سکتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: من كان يريد حرث الاخرة نزد له في حرثه ومن كان يريد الدنيا نؤته منها

ولم أر الإنسان إلا ابن سعيه　　فمن كان أسعى كان بالمجد أجدر

ولم يتأخر من كان تقدما　　ولم يتقدم من أراد تأخرا

جب امام مہدی اپنی ذات کے لیے دعا کریں اور اس کے ساتھ دن رات مہدویت کی طرف دعوت دیں اور ان کے انصار بھی یہی عمل اپنی زندگی کے لیے مشعل راہ بنائے۔ تو اللہ تعالی کی رحمت کاملہ سے امید ہے کہ وہ بھی اس بشارت خداوندی کا مستحق ہوں: وما كان عطا ربك محظورا۔

اس تحقیق کا حاصل یہ ہوا کہ امام مہدی کے لیے مہدی بننے کی خواہش رکھنا بھی درست ہے، اس مرتبے کے لیے دعا کرنا بھی جائز ہے اور امام مہدی کے لیے مہدویت سے متعلق احادیث بیان کرنا بھی درست ہے، تو کیا ان تین امور کی روشنی میں یہ بات ممکن نہیں کہ امام مہدی "مہدی بننے" سے پہلے مہدویت کی طرف

لوگوں کو دعوت دیں اور بعد میں دنیا کے اطراف سے آئے ہوئے علمائے کرام اسی شخصیت پر متفق ہو کر رکن ومقام کے درمیان اس کی بیعت کرلیں۔

اللہ تعالی کی رحمت کاملہ سے یہی امید ہے کہ وہ بھی اس بشارت کا مستحق ہو، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔۔ ایسی ہی یہ دعا ہو: عسی ان یبعثک ربک مہدیا ۔جیسا کہ قرآن میں کئی مرتبہ فرمایالعلکم تفلحون۔۔ ایسے ہی لعلکم تنصرون وانتم تنصرون۔

آخر میں ان حضرات کی خدمت میں جن کا خیال یہ ہے کہ امام مہدی کی پہچان رکن اور مقام کے درمیان ہی ہوگا اس سے پہلے گھر بار کی تکلیف، جیل اور قید کی مصیبتوں کے بغیر صرف علامات شخصیہ سے علمائے کرام امام مہدی کو پہچان کر کوئی شخصیت امام مہدی ہو جائے گا ایسا بظاہر ہرگز نہیں۔

امام مہدی کے بارے میں گذشتہ تحقیقات کا حاصل

ا۔امام مہدی اپنے آپ کو امام مہدی کہہ کر نہیں پکارے گا کہ میں ہی امام مہدی ہوں اور نہ خود امام مہدی کا دعویٰ کرے گا، لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ امام مہدی مہدویت کی طرف لوگوں کو دعوت نہیں دیں گے اور اس بارے میں محنت نہیں کریں گے۔

۲-یہ تو امام مہدی کی ذمہ داری ہو گی لیکن دیگر تمام لوگوں کی ذمہ داری احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ ہے کہ جب انہیں ظہور مہدی سے پہلے زمانے کی علامات معلوم ہو جائے اور ایک ایسی شخصیت کے بارے میں پتہ چلے کہ اس میں علامات

شخصیہ بھی موجود ہیں انہیں اوران کے اہل وعیال کو سخت قید وبند وغیرہ تکالیف کا
نشانہ بھی بنایا گیا ہے۔

اور اس میں اکثر علامات مکمل طور پر موجود ہے تو کیا اس شخص کے لیے یہ بات
درست ہے کہ اس شخصیت کے بارے میں یہ گمان کرے کہ وہ امام
مہدی ہو سکتا ہے؟

تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جی ہاں، کسی شخصیت میں اگر احادیث میں بیان کی گئی
نشانیاں مکمل طور ہر موجود ہو، تو اس کے بارے میں غیر قطعی گمان رکھنا درست
ہے۔

جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام نے امام مہدی سے متعلق اتنی باریک باریک علامات اور
دیگر متعلقات یعنی گھر بار پر واقع ہونے والے مظالم اس لیے بیان کیے تا کہ ہم انہیں
پہچانیں اور پہچان کر ان کی بیعت سے پہلے مدد کرے اور بیعت میں اس کا دست
راست بنے، یہی وجہ ہے کہ ہمیں بیعت کرنے کے انتظار کے بارے میں حکم نہیں
دیا، بلکہ صرف رایات السود یعنی مشرق سے سیاہ جھنڈوں کے نکلنے کے بعد ہی ان کی
تائید اوران کی مدد کا حکم دیا، فرمایا اذا رایتم الرایات السود من قبل خراسان فاتوها
ولو حبوا على الثلج فان فيها خليفة الله المهدى۔ اس روایت میں فقط رایات السود
دیکھنے کے بعد ان کے ساتھ ہونے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ ان میں مہدی کو تلاش کرو۔

گذشتہ تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جس طرح اولوالعزم انبیائے کرام اور سید
الرسل علیہم الصلوات والتسلیمات کو اپنے بارے میں نبی اور رسول ہونے کا قطعی علم
نہیں تھا، لیکن یہ بات ضرور تھی کہ اللہ تعالی کا ان کے ساتھ دیگر انسانوں کے برعکس

نمایاں معاملہ تھا، جن کا احساس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور ہوتا تھا، جس سے کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہوا چاہتا تھا۔

تاہم ان تمام ارہاصات اور علامات سے کسی نبی یا رسول نے نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی اس سے کوئی نبی یا رسول بنا، البتہ جو لوگ تاک میں بیٹھے تھے انہیں اس کا ادراک ہوتا تھا، کیونکہ منتظر حضرات کی آنکھیں خدائی بصیرت اور رحمانی فراست سے اندازے اور بسا اوقات غالب گمان سے معلوم کر سکتے تھے، جیسا کہ بحیرہ راہب نے نبی کریم علیہ السلام کو دیکھ کر معلوم کیا تھا۔

چنانچہ جب تک موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر منصب نہیں ملا تھا اس وقت تک اپنی والدہ کی الہام (انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین) پر پیغمبری کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگرچہ مظلوموں کی مدد اور رسولوں کی اطاعت کی باتیں کیا کرتے تھے، جیسا کہ واقعہ مدین میں مذکور ہے۔ اور بنی اسرائیل کی مدد میں جلاوطنی برداشت کی، اور صاحب ادراک بعض دشمن قبطی فرعونیوں کی عقیدت پہلے سے ہی آپ علیہ السلام کے ساتھ تھی، جیسا کہ فرمایا: وجاء رجل من اقصا المدینۃ یسعی قال یموسی ان الملا یاتمرون بک لیقتلوک اور بعد میں اسی شخص نے رجل مومن کا کردار ادا کیا اور اسی مومن کے نام سے قرآن مجید میں ایک رکوع نازل ہوئی، بلکہ قرآن میں اس سورت کا نام ہی مومن رکھ دیا گیا۔ لیکن اس سے کبھی بھی موسی علیہ السلام کی نبوت ثابت نہیں ہوئی اور نہ ہی گود میں بات کرنے کے بعد عیسی علیہ السلام کو رسول تسلیم کیا گیا، جب تک باقاعدہ رسالت نہ ملی تھی۔ نہ ہی نوجوانی کے زمانے میں بتوں کو توڑنے پر ابراہیم علیہ

السلام کو رسالت ملی۔ نہ ہی شق صدر اور بحیرہ راہب کی گواہی نے آپ علیہ السلام کو نبی بنادیا، جب تک جبرئیل نے آکر سورہ علق نہ اتارا تھا۔

اسی طرح امام مہدی بھی اس وقت تک مہدی نہیں ہوں گے، جب تک بین الرکن والمقام بیعت نہ ہو جائے۔ اور ان سے پہلے ان میں علامات زمانیہ علامات مکانیہ اور شخصیہ نہ پائے جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ دیگر اولوالعزم شخصیات کی طرح آپ میں بھی امید و خوف کی یکساں صفات موجود ہوں گے، مگر اس کے بعد بھی آپ خود کو مہدی نہ کہیں گے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ امام مہدی کو خود اپنے اندر سے موجود علامات کی وجہ سے ایک پیغام ضرور ملے گا۔

تاہم آپ مہدویت کے فطری و خلقی صفات کے ساتھ ساتھ دیگر انفعالی صفات کو بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہوئے اس کو جلا دینے کی کوشش کریں گے یا نہیں؟

اس کا جواب آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں۔

OOOOOOOOO

فصل ششم: مہدئ موعود کے قائدانہ صفات

تمام یا اکثر دنیوی علوم میں مہارت دنیا بھر میں کسی سیاسی شخصیت کے لیے لازمی حیثیت رکھتی ہے اور نہ کسی حاکم کے لیے ان تمام امور میں بیک وقت قابلیت ضروری ہے، بلکہ اس قسم میدان سے ناواقف بھی اکثر اس مسند شاہی پر فائز ہوتے ہیں جیسا کہ عصر حاضر میں فٹ بال کا کھلاڑی نمایاں شخصیت بن کر طیب اردگان کی صورت میں سامنے آیا ہے، تاہم امام مہدی کے ساتھ علوم دنیویہ کے ماہرین کی ایک جماعت ہو گی

جن کی تعاون سے معاصر ضروریات وغیرہ پوری کریں گےاور دیگر میدانوں میں آپ الہامی شخصیت ہونے کی وجہ سے خود بھی مہارت کے جوہر دکھائیں گے۔تاہم پوری دنیاپر اسلامی نظامِ خلافت قائم کرنے کے لیے موجودہ دور بیک وقت گذشتہ بالا صفات کا مجموعہ صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جس میں یہ تمام صفات جو اللہ تعالی کی جانب سے ان میں ودیعت رکھی گئی ہو۔کیونکہ انسانی بساط میں اتنی درک کہاں کہ ایک ہی جیون میں اتنے بیش بہاکمالات کابوجھاتم مجموعہ اپنے عام بدن میں سمو سکے۔

لہذالازمی بات ہے کہ امت کی خیر وفلاح کی خاطر جس طرح بطورِ تربیت تمام انبیاء کرام کو ہجرت کرناپڑا،ایسے ہی امام مہدی کے بارے میں بھی ہجرت کی تصریح بعض روایات میں موجود ہے۔

جس طرح بکریوں کا پالناانبیاء کرام کی اصلاح اور امت کی فکر میں کمزوروں کے خاتمے کے لیےلازمی قرار دیاگیاہے۔

اسی طرح امام مہدی بھی باقاعدہ بیعت اور قیادت سنبھالنے سے پہلے گوناگوں مصائب میں گرنے اور پریشانیوں کی بھٹی میں سختیاں جھیل کر کندن اور اعلی قائد کا کردار ادا کریں گے۔جس کے لیے ظاہر ہے رشدِ ربانی اور الہامِ رحمانی پہلے ہی سے ان کی تربیت میں مصروف عمل ہوتی رہے گی۔لیکن کمال کے اوج تک پہنچنے کی اعلی چمک اس رات ہو گی جس رات اللہ تعالی امام مہدی کی کامل اصلاح فرما کر مجددِ اعظم کے اونچے مرتبے پر فائز کر کے انہیں خلفائے راشدین کے بعد امامت اہل بیت کا فریضہ سونپیں گے۔

ظاہر ہے عصر حاضر میں قیادت کے فقدان اور رجالِ کار کی عدم موجودگی میں جزوی طور پر متعدد افراد میں جب ان اوصاف کا ملناجوئے شیر لانے کے مترادف ہے، تو یکجا

ان صفات کا مجموعہ ہونا اور پھر علمائے امت کو ملنے کی صورت میں ان کی بیعت میں جلدی ایک عجوبہ کے مانند نظر آئے گا۔

جس کے لیے ظاہر ہے پہلے سے ان علماء کرام کو جو ان صفات سے خوبواقف ہوں گے اس لیے لوگوں کو فکر مند کر کے دنیا بھر سے اہلِ فکر کو جمع کر کے ان کی قیادت کے لیے امام مہدی کو بیعت پر مجبور کریں گے۔

امام مہدی کی پہلی نمایاں صفت: یحثی المال حثیا ولا یعدہ عددا

قائد کے لیے سخی ہونا دینی تعلیمات کے ساتھ ساتھ دنیاوی رواج میں بھی لازمی وصف شمار کیا جاتا ہے، اس وجہ سے ظہورِ مہدی سے متعلق کئی احادیث مبارکہ میں بے شمار مال تقسیم کرنا نہ کہ روک روک کر گننا وارد ہے، جب کہ بعض احادیث مبارکہ میں لوگوں میں مال کا برابر تقسیم کرنا مذکور ہے۔

اگرچہ اس حدیث مبارک میں امام مہدی کا یہ اہم وصف بیان ہوا ہے مگر سوچنے کی بات ہے کہ یہ صفت امام مہدی میں اس حدیث کے پڑھنے کے بعد پیدا ہو چکی ہو گی یا پھر الہامی طور پر امام مہدی پہلے سے ایک منصف مزاج شخصیت کے حامل ہوں گے۔

حدیث کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ کی ایک فطری صفت ہو گی جس کی وجہ سے لوگوں کی نظر میں آپ کا انتخاب دیگر اوصاف کے ساتھ ساتھ اس حدیث میں بیان شدہ وصف کو دیکھتے ہوئے بھی ہو گا کہ آپ کا یہ عمل در حقیقت حدیث میں بیان کی گئی صفت کے عین مطابق ہے، اس وجہ سے آپ امام مہدی جیسی شخصیت بننے کے قابل ہیں۔

امام مہدی کی دوسری نمایاں صفت: يملأ الأرض قسطا وعدلا

اسی طرح دنیا بھر میں عدل وانصاف کا بول بالا کرنے کی صفت کا تو تذکرہ کائنات کے ابتداء سے ہر قوم اور ہر مذہب و مسلک کے نزدیک ایک معتبر وصف کے طور پر موجود ہے، لیکن اس دور میں موجودہ گنجلک سیاسی نظام اور اسلامی اقدار کی اجنبیت کا تذکرہ دوسری احادیث سے سمجھ میں آتا ہے، جس کی روشنی میں درست اقدامات اور بروقت عین اسلامی تعلیمات پر ایوان بالا میں عمل پیرا ہونا صرف انہی کے علامات میں سے ہوگا۔

کفر و شرک کے علمبرداروں کے ساتھ اسلامی نظام کے سرنگوں ہونے پر افہام و تفہیم نہ کرنا بلکہ ہر حال میں نظام مصطفی پر عمل پیرا ہونا ایک بنیادی اقدام ہوگا، جو اسلامی تعلیمات اور قرآن وسنت کے نظام کی روشنی میں نہ صرف دنیا بھر کے معدنی وسائل اقوام عالم میں بلا تفریقِ مذہب یکساں طور پر تقسیم کریں گے، بلکہ اس کے ساتھ عدل وانصاف کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے۔

جس سے معلوم ہوگا کہ یہی ایک ملہم من اللہ شخصیت ہے جس کی تربیت اللہ تعالی کی جانب سے فطری طور پر برسوں سے ہوتی رہی ہے۔

امام مہدی کی تیسری نمایاں صفت: كما ملئوها ظلما وجورا

مساوی تقسیمِ دولت اور سستے انصاف کا نظریہ دنیا بھر میں تمام قائدین کا روزِ اول سے نعرہ رہا ہے، مگر امام مہدی کی شخصیت میں یہ نمایاں خوبی پہلے سے نجی معاملات اور روز

مرہ امور میں ظاہر ہوا ہوگا، لیکن بیعت کے بعد تقسیم دولت کی برابری اور ستا انصاف آپ کی نمایاں اوصاف کے طور پر معروف ہوں گی۔

تاہم امام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور سے پہلے روئے زمین میں ہر طرف تقسیم دولت کا غیر منصفانہ نظام اور انصاف ملنا ناممکن ہوگا، بلکہ پوری دنیا میں ظلم و ستم اور مظلوم کی آہ وبکاء کی سسکیاں آسمانوں تک پہنچ چکی ہوگی، مگر امام مہدی کے انصاف کی وجہ زمین تو کجا آسمان کے فرشتے بھی مظلوم کی آوازیں نہیں سنیں گے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: یرضى عنه ساكن السماء وساكن الأرض

oooooooooooo

فصل ہفتم: مہدیٔ موعود کی بیعت کا پر امن ہونا

امام مہدی کی بیعت کے بارے میں بنیادی صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ اس بیعت میں خونریزی اور شور شرابہ نہیں ہوگا یہاں تک کہ کسی کا نیند بھی خراب نہیں ہوگا، تو امام مہدی کا بیعت سے انکار خونریزی اور بیعت اللہ کی بے حرمتی سے بچنے کے لیے ہوگا۔

جیسا کہ جب ۳۸ آدمیوں نے اسلام قبول کیا تو ابو بکر رضی اللہ نے کھلم کھلا اسلام کی دعوت دینے کے بارے میں بار بار اصرار کیا مگر آپ علیہ السلام نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ہماری تعداد کم ہے مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بار بار اصرار کی وجہ سے آپ نے اجازت دی اور اس سے پہلے صحابہ کرام کو مسجد الحرام کے مختلف کونوں میں منتشر ہو کر اپنے اپنے قبیلوں کے پاس چلے گئے، جب ابو بکر رضی اللہ نے دعوت شروع کی تو مسجد میں مار پیٹ شروع ہوئی۔

چونکہ ابوبکر رضی اللہ کا مقصد یہ تھا کہ یہ بات کھلم کھلا لوگوں کے ذہنوں میں راسخ ہوجائیں مگر مار پیٹ کی وجہ سے آپ علیہ السلام نے اس لیے انکار کیا۔

اسی انکار کی وجہ سے امام مہدی بیعت قبول کرنے سے انکار کریں گے جیسا کہ روایت میں فرمایا: یبایع للمهدی بین الرکن والمقام لا یوقظ نائما ولا یهراق دما۔

اسی طرح فرمایا: لا یهراق فی بیعته محجمة دم.

بیعت سے انکار کی وجہ امام مہدی کو بیعت کنندگان کی جانب سے یہ خوف ہوگا کہ شاید بیعت کو توڑ ڈالے جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: کم من عهد نقضتموه وکم من دم سفکتموه۔

یا پھر انکار کی وجہ یہ ہوگی کہ چونکہ امام مہدی مکہ کے ظالم بادشاہ کے خوف سے بھاگا تھا اور اب اپنے انصار سمیت دوبارہ مکہ آیا ہے، لہذا بیعت کنندگان اور امام مہدی دونوں حاکم کی طرف سے قتل کا خوف ہوگا۔اسی طرح بیعت سے انکار کی ایک وجہ یہ بھی ہوگی کہ ظہور مہدی سے قبل یمن، عراق، شام اور جزیرۃ العرب میں امت کئی کٹھن مراحل سے گزر رہی ہوگی اور اس کی وجہ وزارت، صدارت اور عہدے کی دوڑ ہوگی تو اس وجہ سے امام مہدی بیعت لینے سے انکار کریں گے، تاکہ مزید امت میں خون ریزی نہ ہو۔